Regd. # MC-1177

رسالہ مبارکہ (عربی)

اَلْإِنْبَاءُ بِأَنَّ الْعَصَا مِنْ سُنَنِ الْأَنْبِيَاءِ

مُصنّف

تاج المحدثین علامہ امام مُلّا علی قاری حنفی مکی رحمۃ اللہ علیہ

(متوفی ۱۰۱۴ھ)

اُردو ترجمہ بنام

برکاتِ عصا

ترجمہ و تحشیہ و حالاتِ مؤلف

علامہ غلام جیلانی چاچڑ مدظلہ العالی

(فاضل جامعہ انوار العلوم ملتان)

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

رسالہ مبارکہ (عربی)

اَلْإِنْبَاءُ بِأَنَّ الْعَصَا مِنْ سُنَنِ الْأَنْبِيَاءِ

مُصنّف

تاج المحدثین علامہ امام مُلّا علی قاری حنفی مکی رحمۃ اللہ علیہ

(متوفی ۱۰۱۴ھ)

اُردو ترجمہ بنام

برکاتِ عصا

ترجمہ و تحشیہ و حالاتِ مؤلّف

علامہ غلام جیلانی چاچڑ مدظلہ العالی

(فاضل جامعہ انوار العلوم ملتان)

جمعیت اِشاعت اہلسنّت (پاکستان)، کراچی

کتاب	:	اَلْاِنْبَاءُ بِاَنَّ الْعَصَا مِنْ سُنَنِ الْاَنْبِيَاءِ
مصنّف	:	تاج المحدثین علامہ امام ملا علی قاری حنفی مکی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ بنام	:	''برکاتِ عصا''
مترجم ومحشی	:	غلام جیلانی چاچڑ
سن اشاعت	:	ذوالحجۃ ۱۴۴۴ھ/ جولائی ۲۰۲۳
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)
		نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی
		فون:021-32439799
خوشخبری	:	www.ishaateislam.net

پر موجود ہے۔

فہرست

انتساب

راقم اپنی اس حقیری کاوش کو اپنے شیخ کریم حضرت سیّدنا و مولانا

سیّد مرید قلندر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

متوفی ۲۰۱۴ھ کے وسیلۂ جلیلہ سے

پیر پیراں، میر میراں شہنشاہ بغداد، حضرت سیدنا

شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ

محبوب سبحانی کی گردوں فراز بارگاہ میں پیش کر کے یوں عرض پرداز ہے

آنانکہ مگس را ہما کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشم بما کنند

رفعتیں تیرے نام سے منسوب
عظمتوں نے تری قسم کھائی

سگِ درگاہ جیلانی نیاز مند
غلام جیلانی چاچڑ

پیش لفظ

مسلمان کی نجات اس میں ہے کہ وہ اپنی زندگی حضور جانِ عالم ﷺ کی سنّتوں کے مطابق گزارے اور اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ ضروری ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ سُنّتیں کون کونسی ہیں؟ کس پر سرکار ﷺ نے ہمیشگی مع الترک احیاناً فرمائی اور کس پر ہمیشگی نہیں فرمائی پھر اوّل الذکر سنّت مؤکدہ ہو جاتی ہے، جس کو چھوڑنے کا عادی گنہگار ہے اور ثانی الذکر سنّت غیر مؤکدہ و مستحبہ ہو جاتی ہے، جس کو جان بوجھ کر چھوڑنے والا بھی گنہگار نہیں، البتہ اس کا عامل مستحق ثواب ہے۔

اور امام المحدثین والفقہا ملّا علی قاری علیہ الرحمہ کے زیرِ نظر رسالے: ''برکاتِ عصا'' میں جس سنّتِ نبویہ پر روشنی ڈالی گئی، اس کا تعلق سنّت کی دوسری قسم سے ہے کہ سرورِ انبیا ﷺ بعض اوقات دورانِ خطبہ عصا استعمال فرمالیا کرتے تھے، لہٰذا مسلمان کو چاہیے کہ ایمان کی اس علامت کو تھام کر اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی رضا حاصل کرے۔

ادارہ اس کو اپنے سلسلہ اشاعت کے 349 ویں نمبر پر شائع کرنے کا اہتمام کر رہا ہے۔

مولیٰ تعالیٰ مُترجم، مُحشی اور ادارے کی سعی اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اِنہیں تمام مسلمانانِ عالَم کی طرف سے اجرِ جزیل، بے مثیل و بے انتہاء عطا فرمائے اور بارگارِ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سندِ قبول کی عزت سے سرفراز فرمائے۔

فقط

مفتی مہتاب احمد نعیمی

خادم دارالافتاء جامعۃ النور

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت (پاکستان)

سخن ہائے گفتنی

شیخ المحدثین شیخ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی و روحانی، جبروت و جلالت، ثقافت وفقاہت اور قلمی ممارست کا شہرہ چہار دانگ عالم میں پھیلا ہوا ہے۔ اپنے پرائے سبھی جناب مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عظمتوں کے نہ صرف معترف ہیں بلکہ ان کے خرمن علم سے خوشہ چین بھی رہتے ہیں۔ راقم الحروف وقتاً فوقتاً امامُ الحدیث والتفسیر کے عطر بیز قلم سے گلہائے رنگارنگ کی خوشبوئے دل آویز سے قلب و دماغ کو معطر و معنبر کرتا رہتا ہے۔ مجموعہ رسائل علامہ مُلّا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ جواہر غالیہ کا ایک عظیم ذخیرہ ہے۔

جی چاہا کہ آپ کے گوہر آب دار ''عربی'' رسائل سے بعض رسائل کو اردو جامہ پہنانے کی سعادت پاؤں۔ قادر قیوم ذات جَلّ وعَلَا ء کے لاکھوں کروڑوں احسانات جس نے ایک مشتِ خاک، گل ناچیز اور مفلس فی العلم انسان کو محض اپنے فضل واحسان اور امام الانبیاء جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین شریفین کے بتصدّق توفیق عطا فرمائی مجموعہ ہذا سے مختصر ترین عربی رسالہ ''الانباء بان العصاء من سنن الانبیاء'' کو اُردو سانچے میں ڈھالا صاحبِ رسالہ جناب شیخ علی قاری اور دیگر بزرگان دین کی ارواح طیبہ کو ایصال ثواب کیا۔ اپنے شیخ کریم حضرت سیدنا و مولانا سید مرید قلندر بخاری مہرے والا (راجن پور) کے بے پناہ روحانی فیوضیات و برکات کی بدولت قلم برداشتہ ہوا۔

ترجمہ کے بعد مدت مزید تک بعض دیگر علمی مصروفیات کی بناء پر نظر ثانی کی فرصت نہ پا سکا یوں ایک زمانہ بیت گیا۔ بہر حال ''دیر آید درست آید'' کے مصداق اسے ''برکات عصا'' کے نام سے مُعَنوَن کیا۔

اصحابِ ذوق وشوق کے لیے حواشی اور کچھ صوفیانہ علمی نکات کتب مفسرین سے قلم بند کیے۔ امام علی قاری ہروی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض چیدہ چیدہ نقوشِ حیات ضبط تحریر میں لایا کچھ غلط

فہمیوں اور مغالطوں کا ازالہ بھی ضروری جانا اگر طوالت کا خوف دامن گیر نہ ہوتا تو آپ کی زندگی اور علمی خدمات کے مزید گوشے آشکار کرتا۔

شیخ علی قاری کی حیات سعید پر کوئی مستقل کتاب دستیاب نہ ہونے کی بناء پر مجموعہ رسائل ملا علی قاری کے محققین اور حضرت علامہ ابو ذوہیب محمد ظفر علی سیالوی کی ترتیب وتدوین سے شائع شدہ رسائل جلد اول سے بھی استفادہ کیا۔ البتہ راقم الحروف اپنے پاس دستیاب کُتب کے مقدمہ جات سے بھی غافل نہ رہا۔ ارباب علم وکمال بخوبی جانتے ہیں کہ ترجمہ نگاری ایک مشکل فن ہے اس میں کود پڑنا ہر کہ مہ کا کام نہیں رسالہ ہذا اگرچہ ایک مختصر ترین عربی متن پہ مشتمل ہے۔ مگر بخدا مجھے اعتراف ہے کہ میں اس میدان کا آدمی نہیں ہوں میرا اشارا ان کہتر وکمتر اور احقر وادنیٰ طُلّاب میں ہی غنیمت ہے۔ ترجمہ نگاری کے میدان میں قدم رکھنا بظاہر جتنا آسان ہے درحقیقت اس سے کہیں زیادہ مشکل بھی ہے۔ جمال گنبد خضراء کی قسم! میرا علمی وادبی ذوق وشوق اور قلمی جوش جنون مجھے دم سادھ کر بیٹھے نہیں دیتا۔ تحسین سبائے والوی یاد آگئے۔

بیٹھنے دیتا نہیں جوش جنون ٹھوکریں دربدر کی کھانے کو ہیں

اگرچہ صحت کے اعتبار سے زمانہ شباب ہوا، ہوا ''قویٰ'' مضمحل اور عناصر حد اعتدال سے آگے گزر گئے اس وقت مجھے باب مدینۃ العلم حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اشعار لوح دماغ پہ دستک دے رہیں ہیں:

تولى الشباب كان لم يكن وحل الشيب كان لم يزل

ترجمہ: جوانی روٹھ گئ گویا آئی بھی نہیں تھی بڑھاپا چھا گیا گویا یہ کہیں ختم ہونے والا نہیں۔

خُدا کا شکر ہے پھر بھی تضیعِ اوقات سے بچتے ہوئے تھوڑا بہت کام کرتا رہتا ہوں شرف الدین بخاری کی یاد دل ودماغ میں گردش کررہی ہے کہتے ہیں۔

اسپ تازی گر چہ بہ تازد　　　لاشہ خر خویشتن نیندازد

''عربی گھوڑا اگرچہ بہتر دوڑتا ہے (لیکن) گدھے کا کمزور جسم اپنے آپ کو گرا نہیں دیتا۔''[1]

اس حُسنِ نیت پر کرے میری یہ حقیری پونجی مقبولیت کا تاج پائے اور داورِ محشر میرا شمار بھی ان بے لوث قلمکاروں اور دین کے خدمت گزاروں کے قدموں میں کر دے جن کے اقلام کی روشنائی خونِ شہیداں کی طرح رنگ لائے گی۔

اِدارہ جمعیت اشاعت اہلسنّت کے شیخ الحدیث وسربراہ دارالافتاء محترم المقام استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی نقشبندی مُجدّدی مدظلّہ العالی، بانی وسرپرست جمعیت اشاعتِ اہلسنّت واجب الاحترام حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی ''دامت برکاتہم العالیہ'' واراکین ومعاونین سب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ احقر کے رسائل بخوشی مراحل اشاعت وطباعت سے گزارتے ہوئے اربابِ علم ودانش تک پہنچاتے ہیں یوں اس نیاز مند کے لیے ابتساط وانبساط کا سامان فراہم فرما کر پرخلوص دعائیں سمیٹتے رہتے ہیں۔غالبؔ نے کیا ہی خوب کہا ہے:

تم سلامت رہو ہزار برس　　　ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

محترم برادر گرامی حضرت علامہ قاری زاہد حسین اویسی زیدمجدُہ میرے وہ محبوب و مطلوب ممدوح ہیں نیاز مند جن کے فضائل وشمائل کا دل وجان سے معترف ہے۔آپ ہمیشہ ہی میری ہر تحریر کی نوک پلک سنوارنے میں بخل سے کام نہیں لیا کرتے اب کن الفاظ سے ان کا شکریہ ادا کروں بس! خدائے لم یزل ہی انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

نیاز مند غلام جیلانی نقشبندی چاچڑ

11 رمضان المبارک 1444ھ

بمطابق 2 اپریل 2023ء

---

[1] نام حق (فارسی) محسن اہل سنت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ

حیات مُلاّ علی قاری ہروی مکی رحمۃ اللہ علیہ، چند ایک گوشے

خوشا وہ ہستیاں جو نمود و نمائش سے کوسوں دور و نفور رہ کر محض اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاء و خوشنودی کے حصول کے لئے اپنی زندگی کے حسین و جمیل اور روشن لمحات درس و تدریس، تحریر و تصنیف اور وعظ و ارشاد میں گزار دیتے ہیں۔ ان کا دل بینا خدمت خلق کے سچے جذبے سے سرشار ہوتا ہے۔ ان کی عقابی روح دنیائے دنی کے جھمیلوں سے بے نیاز رہ جاتی ہے۔ عالم لاہوت کے یہ طائرانِ بلند پرواز کچھ اس طرح محو پرواز ہوتے ہیں کہ اخلاف کے لئے عظیم نمونہ قرار پاتے ہیں۔

ولادت، تعین اسم اور نسبتیں:

حضرت سیدنا مُلاّ علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی اس طرح کی عظیم المرتبت ہستیوں میں ہوتا ہے۔ اسم گرامی علی بن سلطان محمد قاری ہروی مکی حنفی المعروف ''مُلاّ علی قاری'' آپ کے والد کا اسم شریف روایت عجم کے مطابق دو الفاظ کا مرکب ''سلطان محمد'' ہے بعض سوانح نگاروں نے بجائے ''سلطان محمد'' سلطان بن محمد لکھا ہے جو محض غلط ہے۔ کیونکہ خود مُلاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسائل و کتب وغیرہ میں ''سلطان محمد'' ہی لکھتے رہے۔ ظاہر ہے آپ ہی کی تحقیق زیادہ معتبر و مستند ہو سکتی ہے۔

آپ کے سوانح نگار اس بات پر متفق ہیں کہ خراسان کے شہروں میں سے ''ہرات'' ہی وہ مبارک و مشہور شہر ہے جہاں ممدوح کی ولادت ہوئی اسی نسبت سے ہروی کہلائے۔

مُلاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ علم قرأت میں ماہر تھے اس لئے ''قاری'' آپ کے نام کا ایک اٹوٹ حصہ ٹھہرا کم سنی میں ہی حفظ و قرأت کی سعادتِ لازوال سے نوازے گئے اور نماز تراویح میں لوگوں کی امامت کرائی چونکہ چالیس سال سے زیادہ عرصہ تک مکہ المکرمہ میں مقیم رہے۔ اس حوالے سے آپ کو ''مکی'' بھی کہا جاتا ہے۔

تعلیم و تربیت اور ہجرت:

''شہر ہراۃ'' علم اور علماء سے آباد و شاداب رہا وہاں آپ نے معین الدین حافظ زین الدین ہروی سے حفظِ قرآن کیا۔ بعض علوم اسلامیہ ''ہراۃ'' کے جلیل القدر علماء سے حاصل کئے۔ شاہانِ صفویہ میں شاہ اسماعیل بن حیدر صفوی وہ شخص ہے جس نے بے شمار مسلمانوں کو ظلماً قتل کیا اور ان کے اموال لوٹ لئے اور بے شمار علماء کو بھی شہید کر دیا۔

آپ کے استادِ محترم شیخ معین الدین وہ ایسے مظلوم انسان تھے جنہوں نے رافضیوں کے ہاتھوں راہِ خدا میں جامِ شہادت نوش کیا۔ ظالم بادشاہ نے اہلسنّت و جماعت کے علمائے ہرات کی کتابیں جلادیں اور ''نعوذ باللہ'' قرآن کریم بھی جلادیا لوگوں کو رافضیت کی اتباع اور اس کے شعائر کے اعلان پر مجبور کیا حتی کہ اس کی بدبختی اور اہلسنّت و جماعت سے نفرت کی آگ یہاں تک جا پہنچی کہ باقی ماندہ علماء کو حکم دیا کہ وہ منبروں پر خلفاءِ راشدین کو (معاذ اللہ) گالم گلوچ کریں۔ ایسی کڑی آزمائش میں بے شمار علماء کرام نے ہرات سے دارالاسلام کی طرف ہجرت اختیار کی۔

ان علماء مہاجرین میں سے ایک ہمارے ممدوح علامہ امام مُلّا علی قاری بھی تھے۔ آپ نے کب ہجرت کی؟ اس کا ذکر نہیں ملتا۔ البتہ باتفاق علماء ۹۵۲ھ کے بعد ہی سرزمین مکۃ المکرمہ میں وارد ہوئے۔ خود لکھتے ہیں:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا اَعْطَانِیْ مِنَ التَّوْفِیْقِ وَالْقُدْرَۃِ عَلَی الْھِجْرَۃِ مِنْ دَارِ الْبِدْعَۃِ اِلٰی خَیْرِ دِیَارِ السُّنَّۃِ الَّتِیْ ھِیَ مَھْبِطُ الْوَحْیِ وَ ظُھُوْرُ النُّبُوَّۃِ وَ اَثْبَتَنِیْ عَلَی الْاِقَامَۃِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِنِّیْ وَلَا قُوَّۃَ''[1]

''اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے دار بدعت (ہرات، شاہ اسماعیل کی بدتمیزیوں اور خرمستیوں کی وجہ) سے دیارِ سنّت (مکۃ المکرمۃ) کی طرف ہجرت کی قوت اور توفیق عطا فرمائی کیونکہ مکۃ المکرمۃ نزول وحی اور ظہورِ نبوّت کا مقام ہے اور مجھے اس

---

[1] رسالہ مبارکہ: شمّ العوارض فی ذم الروافض، مجموعہ رسائل مُلّا علی قاری رسالہ نمبر 73 جلد 6 ص 362 المکتبۃ المعروفیۃ کوئٹہ لاہور

پاکیزہ زمین میں میری قوت وحیثیت کے بغیر ہی محض اپنے فضل وکرم سے مقیم رہنے پر ثابت قدم رکھا۔''

اساتذہ:

مُتلاشیانِ علم وعرفان کے لیے سرزمین مکہ مکرمۃ ہر دَور میں مرکزِ فیض رہی ہے وہاں آپ کو علماء مشائخ کی صحبتیں میسر آئیں علماء، فقہاء اور محدثین ومفسّرین کے خرمن علم سے خوشہ چینی کی، مختلف علوم وفنون میں درجہ کمال کو پہنچے۔ وہ اساتذہ جن کے حضور زانوئے تلمّذ تہہ کیے اور ان کے چشمہ فیض سے علمی وروحانی پیاس بجھائی چند ایک کے اسماء گرامی زیب قرطاس کیے جاتے ہیں۔

(۱) شیخ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد المعروف ''ابن حجر ہیتمی'' قادری چشتی، شاذلی متوفی ۹۷۳ھ مُصنف کُتب کثیرہ:

شیخ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد محترم کے متعلق یوں خامہ فرسا ہوئے:

''شیخنا العالم العلامة والبحر الفهامة شیخ الإسلام و مفتي، مدینی الأنام صاحب التصانیف الکثیرة والتألیف الشهیرة مولانا وسیدنا شیخ شهاب الدین ابن حجر المکی''

(۲) شیخ علی بن حسام الدین المعروف ''علی متقی ہندی'' متوفی ۹۷۵ھ صاحب کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال امام علی قاری نے آپ کا ذکر جمیل ''خطبہ مرقاۃ'' شرح مشکوۃ میں یوں فرمایا:

''العالم العامل والفاضل الکامل العارف بالله الولی مولانا الشیخ علی المتقی أفاض الله علینا من مدده العلی'' [1]

اور آپ سے مشکوۃ کا درس بھی لیا۔

(۳) شیخ عطیہ بن علی السلمی مکی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۸۳ھ علامہ قاری ہروی نے مقدمہ

---

[1] خطبہ حاشیہ مرقاۃ ملا علی قاری

''مرقاۃ'' میں انہیں یوں یاد کیا: ''فرید عصرہ ووحید دھرہ مولانا العلامۃ الشیخ عطیۃ السلمی تلمیذ شیخ الاسلام و مرشد الأنام الشیخ أبی الحسن البکری'' اور ان کی تفسیری معارف ''مرقاۃ'' میں قلم بند کئے۔[1]

(۴) مولانا السید زکریا الحسنی، حنفی، ہندی، یمنی، مکی رحمۃ اللہ علیہ جنہیں جناب شیخ علی قاری نے زبدۃ الفضلاء عمدۃ العلماء کے القاب عالیہ سے یاد فرمایا اور مرقاۃ میں نقل کیا۔

(۵) علامہ، محدث، شیخ محمد سعید حنفی خراسانی، الحسنی، الحنفی، الھندی، الیمنی شیخ علی قاری نے ''مشکوۃ'' کی بعض احادیث انہی سے پڑھیں اور انہیں ''منبع بحر العرفان'' زبدۃ الفضلاء و عمدۃ العلماء کے القاب سے متصف کیا۔

(۶) علامہ، محدث الفقیہ، الشیخ ملا عبداللہ بن سعید الدین المتقی، الحنفی متوفی ۹۸۲ھ سندھ میں پیدا ہوئے۔ پھر سفر حرمین شریفین اختیار کیا۔ طویل مدت مدینۃ النبی میں گزار دی پھر مکہ مبارکہ میں رہے اپنے زمانے کے حدیث و تفسیر کے بہت بڑے عالم تھے۔ ملا علی قاری انہیں ''شیخی، استاذی'' کے الفاظ سے یاد فرماتے اور اپنی کتابوں میں کثیر مقامات پر حوالے بھی دیئے، زبردست قوتِ حافظہ کے حامل تھے۔ یہ نعمت شیخ علی قاری کو بھی اُن سے عطا ہوئی۔ علاوہ ازیں شیخ ابو الحسن بکری، شیخ احمد مصری، شافعی، گجراتی، ہندی متوفی ۹۹۲ھ، صاحب نور الابصار شرح مختصر الانوار تلمیذ شیخ الاسلام زکریا انصاری، شیخ عبداللہ بن ابراہیم تلمیذ علامہ عبدالعزیز بن الابھری الکاھانی ثم سندھی صاحب منہاج المشکاۃ شرح مشکاۃ اور قطب الدین مکی حنفی متوفی ۹۹۰ھ جیسے جلیل القدر علماء کا شمار بھی آپ کے اساتذہ میں ہوتا ہے۔[2]

چند تلامذہ:

---

[1] مقدمہ مرقاۃ شرح مشکوۃ امام علی قاری متوفی ۱۰۱۴

[2] انظر حاشیہ ارشاد الساری إلی مناسك الملا علی القاری۔ تحقیق کے شائقین مجموعہ رسائل مُلا علی قاری، جلد اول، مقدمۃ التحقیق اور رسائل ملا علی قاری اُردو، جلد اول ملاحظہ فرمائیں۔

مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے جب حرم مکہ (بیت اللہ) میں مجاورت اختیار فرمائی اور مَسند تدریس پر براجمان ہوئے تو علوم وفنون کے موتی لٹائے، خُداداد قابلیت وشہرت کا چرچا بلادِ اسلامیہ میں چارسو پھیل گیا۔

آپ کی علمی مقناطیسی شخصیت اطراف عالم سے مُتلاشیانِ علم وحکمت اورارباب ذوق وشوق کو اس شہرِ مبارک، بلدِامین میں کھینچ لائی۔ آپ کے خرمنِ علم سے خوشہ چینی کو سعادت سمجھا اور وقت کی نادرِ روزگار ہستیاں ٹھہرے۔

آپ کے تلامذہ کا احصاء تو ممکن نہیں البتہ چند ایک نام نامی تحریر کیے جاتے ہیں۔ جن میں ہرایک اپنی ذات میں سدابہار گلستان سے کم نہیں۔

(۱) امام الائمۃ الحجاز شیخ عبدالقادر بن محمد یحییٰ الطبری الحسینی شافعی مکی ۹۷۲/۱۰۳۲

موصوف نے ''شاطبیہ'' کا ایک حصہ اور سورۃ ''البقرہ'' مکمل سات قرأتوں کے ساتھ پڑھی۔[1]

(۲) شیخ قاضی عبدالرحمن بن عیسیٰ، مرشدی، حنفی ۱۰۳۷ھ

آپ حنفی امام تھے شیخ مُلّا علی قاری سے علم قرأت پڑھا ۱۰۲۰ھ کے شروع میں مسجد الحرام میں امامت وخطابت کے جوہر دکھائے اور شاہی مفتی کا منصب بھی سونپا گیا۔ ۱۰۳۷ھ میں انتقال فرمایا۔

''ترصیف فی فن التصریف'' اور اس کی شرح ''فتح اللطیف'' دونوں آپ ہی کی تالیفات ہیں۔

(۳) شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ

حضرت شیخ مُحقق رحمۃ اللہ علیہ نے ۹۹۵ھ میں حج وزیارت حرمین کی نیت رختِ سفر باندھا اور ۹۹۶ھ میں حج کیا۔

بعض علماء کرام نے صاحب تاج العُروس علامہ سید مرتضیٰ زبیدی کے حوالے سے شیخ

---

[1] ابتدائیہ رسائل ملاعلی قاری اُردو جلد اوّل ص ۹۷) از علامہ ظفر علی سیالوی

محترم کے شیوخ حدیث میں شیخ شہاب الدین ابن حجر مکی اور اس طبقہ کے دیگر علماء جیسے شیخ عبدالوہاب متقی اور ملا علی قاری سے روایت حدیث کا ذکر کیا رقم طراز ہیں:

وفد إلى الحرمين فأخذ عن الشهاب أحمد بن حجر المكي وطبقة كالشيخ عبدالوهاب المتقي وملا علي قاري وغيرهما[1]

اگر اس قول پیمانہ تحقیق پر پرکھا جائے تو حقیقت یوں نہیں کہ حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابن حجر مکی، شیخ علی متقی اور مُلاّ علی قاری جیسے اساطینِ اُمت سے براہِ راست اور بالمشافہ روایت حدیث کی ہو کیونکہ شیخ ابنِ حجر ۹۷۴ھ جب کہ شیخ علی متقی ۹۷۵ھ میں اس دار الفناء سے دار البقاء کی طرف رحلت فرما گئے تھے۔

اور محققین علماء تاریخ وسیر کے نزدیک یہ بات پایہ تکمیل کو پہنچی ہوئی ہے کہ حضرت شیخ مُحقق رحمۃ اللہ علیہ ۹۹۶ھ یعنی شیخ شہاب الدین کے سال وصال سے اکیس (۲۱) سال بعد اور حضرت شیخ علی متقی کے انتقال پر ملال سے بیس (۲۰) سال بعد ہی مکۃ المکرمہ میں وارد ہوئے باقی رہا مُلاّ علی قاری سے اخذِ حدیث کا معاملہ تو حضرت شیخ مُحقق اپنے شیوخ کی فہرست میں شیخ مُلاّ علی قاری کا نام نہیں لائے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ شیخ محقق کو ان سے روایت حدیث حاصل ہو اور فہرست شیوخ میں انہیں نظر انداز بھی کر دیں۔

''زندگی نامہ'' شیخ مُحقق عبدالحق محدث دہلوی کے اُردو ترجمہ نگار:

''زندگی نامہ'' کے اردو ترجمہ نگار مولانا عبدالعلیم چشتی فاضل دارالعلوم دیوبند شیخ موصوف کے حالات میں سید مرتضیٰ زبیدی صاحب تاج العُروس کی تحقیق قلم بند کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''البتہ در فراگیرئی حدیث بلاواسطہ از شیخ علی متقی و مُلاّ علی قاری و دیگر افراد ظاہراً اشکال می دارد۔''[2]

---

[1] الزبیدی تاج العروس من جواہر القاموس بحوالہ رسائل ملا علی قاری اردو ترتیب ابوذوہیب محمد ظفر علی سیالوی

[2] حاشیہ اردو ترجمہ: زندگی نامہ، شیخ مُحقق عبدالحق محدث دہلوی ملحق بہ تکمیل الایمان فارسی ص ۲۱

فروغِ حنفیت:

یہ امر بھی پوشیدہ نہ رہے کہ ہمارے ممدوح سیدنا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ شیوخ و اساتذہ شافعی المذہب تھے۔ بالخصوص امام المحدِّثین علامہ ابن حجر مکی شافعی متوفی ۹۷۴ھ کا نام محتاج تعارف نہیں۔

آپ نے امام ہیتمی اور دیگر کئی شافعی المذہب مُحدِّثین کے خرمن علم سے خوشہ چینی کی ''شافعیت'' کی تائید میں سینکڑوں دلائل و براہین سماعت کیے اور یہ بھی حقیقت مسلمہ ہے کہ ایک شاگرد اپنے اساتذہ کے شواہد و دلائل سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا مگر یہاں معاملہ جداگانہ ہے۔

قسامِ اَزل کی طرف سے آپ کا حصہ اور علمی فیضان حنفیت کے حوالے سے مقدر ہو چکا تھا۔ مقام مسرت ہے کہ آپ نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے علمی جواہر پاروں کے فروغ اور پرچار میں سردھڑ کی بازی لگا دی یوں بوستان حنفیت کی سدابہار خوشبوئیں ہر طرف پھیلتی چلی گئیں۔

نکل کر صحنِ گلستاں سے دور دور گئی
یہ بوئے گل بھی کہیں قید رہنے والی ہے

ہمارے اس دعوے کی تائید میں امام موصوف کی جلیل القدر کتاب مستطاب ''مرقاۃ شرح مشکوۃ'' ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

نواب سید صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں:

وهو شرحٌ عظيمٌ ممدوحٌ سماهُ المرقاة

در وے جمیع شروح وحواشی را فراہم ساختہ

مقامِ مُجدّدیت:

بعض علماء نے آپ کو گیارہویں صدی کے مُجدِّدین میں شمار کیا۔ مولانا فقیر محمد جہلمی

لکھتے ہیں:

کہ سن ہزار کے سرے پر درجہ مُجدِّد کو پہنچے[1]

خود امام موصوف نے بھی اپنے اس مرتبے کی طرف خفی اشارے کیے ہیں ذرا ملاحظہ فرمایئے:

فواللہ العظیم وربّ النبی الکریم أنی لو عرفتُ أحدًا أعلم منی بالکتاب والسنة من جهة مبناهما أو من طریق معناهما لقصدتُ إلیه

اللہ عظیم بزرگ و برتر اور نبی کریم ﷺ کے رب کی قسم! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ قرآن و حدیث کا مجھ سے بڑا عالم موجود ہے تو میں اس کے حضور جا کر شرف تلمذ حاصل کرتا ..... آگے چل کر فرماتے ہیں:

"ھذا لا أقوله فخراً بل تحدیثاً بنعمة اللہ وشکراً"

میں یہ باتیں تفاخر و غرور کی بنا پر نہیں بلکہ تحدیثِ نعمت کے طور پر کہہ رہا ہوں۔[2]

علامہ شیخ سید محمد امین المعروف بہ: ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ فرماتے ہیں:

"وفی کلامه إشارة إلی أنه مُجدِّد عصره وما أجدره بذلك ولا ینکر علیه ما هنالك إلا کلّ متعصب هالكٍ"[3]

یعنی حضرت مُلّا علی قاری کے کلام میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ اپنے زمانے کے مُجدِّد تھے اور یہ ان کے لیے کیا ہی خوب تر بات ہے البتہ صرف متعصب اور تباہ حال آدمی ہی انکار کر سکتا ہے۔

مناسک و مسائل حج پہ مشتمل آپ کی کتاب "المسلك المتقسط" کے حاشیہ

---

[1] حدائق الحنفیہ ص ۴۵۳

[2] خاطر نشیں فرمایئے رسائل ابن عابدین، ص 328، جلد 6، ص 354

[3] رسائل ابن عابدین ج ا، ص 368

نگار قاضی حسین بن محمد سعید مکی حنفی لکھتے ہیں: ''بلغته إلى مرتبة المُجدِّد على رؤس الألف'' یعنی آپ دسویں صدی ہجری کے آغاز میں ہی مرتبہ مُجدِّد تک پہنچ گئے تھے۔ [1]

غرض علوم عقلیہ ونقلیہ میں کمال مہارت ودسترس کی بدولت آپ کی علمی ذمہ داریاں اور بھی بڑھ گئیں یہی وجہ ہے کہ آئمہ متقدمین سے اگر کسی مسئلے میں اتفاق نہ ہوتا توفوراً قلم برداشتہ ہوجاتے اور محققین کے فرمان کی روشنی میں آپ کا حقیقت رقم قلم تحقیق وتدقیق کے ایسے پھول کھلاتا جس کی دل آویز خوشبوؤں سے جہاں سنیت مہکا مہکا نظرآتا ہے۔آسمان تحقیق وتدقیق کے نیرِ اعظم کی شب و روز کی جگر کاوی کا ہی ثمر ہے کہ آج گلستان حنفیت شاداب نظرآتا ہے۔

مسئلہ ارسال یدین:

اصحاب شوافع سے بعض مسائل اور نماز میں مسئلہ ارسالِ یدین پر امام مالک سے اختلاف اسی شان کو آشکارا کرتا ہے اس میں تعصُّب اور ہوائے نفسانی کو قطعاً دخل نہیں ہے۔

نواب سیّد صدیق حسن خاں بھوپالی اور ان سے خوشہ چین مشہور تذکرہ نگار علامہ فقیر محمد جہلمی لکھتے ہیں:

آپ کے اعتراض امام مالک پر مسئلۂ ارسال میں امام شافعی اور اُن کے اصحاب پر تعصُّب وہوا سے نہیں بلکہ ان اَدلہ کی وضاحت ہیں جواس کے برخلاف ہیں۔ [2]

بعض جلیل القدر علماء اور اولیاء نے آپ کی علمی رفعت وشان کو تسلیم کرنے کے باوجود بھی مسئلہ مذکور یعنی ارسال امام مالک کی وجہ سے آپ سے اختلاف کیا اور آپ کی کتابوں کے مطالعہ سے روکا اور انہیں نورِ علم سے عاری قرار دیا متعاقبین میں سے علامہ عبدالملک بن حسین عصامی شافعی مکی، صاحب تاریخ ''سمط النجوم الغوالي في أنباء الأوائل

---

[1] ارشاد الساری الی مناسک الملا علی القاری: ص ۱۳

[2] حدائق حنفیہ ص ۵۳ ۴ از مولانا فقیر محمد جہلمی

والتوالی'' اور علامہ محبی حموی دمشقی (محمد امین بن فضل اللہ بن محب الدین ۱۱۱۱ھ) کا نام نامی خصوصی طور پر لیا جا سکتا ہے۔

علامہ عصامی شافعی لکھتے ہیں:

امتحن بالاعتراض علی الائمة لاسیما الشافعي وأصحابه واعترض علی الإمام مالك في إرسال اليد[1]

مشہور غیر مُقلّد قاضی محمد بن علی شوکانی نے درج بالا اعتراضات وارد کرنے کے بعد عصامی کا ردبلیغ کیا اور پھر کہا:

وأقول: هذا دليل علی علو منزلته فان المجتهد شأنه أن يبين ما يخالف أدلّة الصحيحة و يعترضه منه سواء كان قائله عظيماً او حقيراً[2]

میں کہتا ہوں کہ یہ شیخ علی قاری کی علمی قدر و منزلت اور بلند و بالا علمی پرواز پر عظیم دلیل ہے کہ ایک ناقد، مجتہد اپنے علمی تفوق کی بدولت جب کسی مسئلہ میں اَدِلّہ صحیحہ کے خلاف کوئی بات ملاحظہ کرتا ہے تو رُتبے میں چھوٹے بڑے کا لحاظ کیے بغیر اپنی تحقیق بلا خوف بیان کر دیتا ہے بس ایک مجتہد کی شان اسی طرح ہی ہوا کرتی ہے۔[3]

عربی نثری شہ پارے:

یہ بات اہل علم سے ڈھکی چھپی نہیں کہ عربی ایک نہایت وسیع المعنی زبان ہے۔

کلام میں ''حُسنِ الفاظ'' کو بہت بڑا دخل ہے اسے کسی صورت بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور پھر ''معنی'' کے بغیر الفاظ بھی کسی قیمت کے نہیں ہوتے اس لیے کہا گیا کہ ''الفاظ کی ترکیب و تالیف میں اگر معانی کی روح نہیں تو وہ کس کام کے'' پتہ چلا ''حُسنِ الفاظ'' بھی

---

[1] البدر الطالع محاسن من بعد القرن السابع حرف العین ص ۳۴۵

[2] البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع حرف العین ص ۳۴۵

[3] البدر الطالع شوکانی

حُسنِ کلام کا ایک اٹوٹ حصہ ہوتا ہے۔

جو شخص کلام بلیغ پر قادر ہو اپنے دل کی بات دوسرے کے دل میں عمدہ طریقے سے اُتارنے کا ہنر جانتا ہو اس کا کلام اثر پذیر ہوتا ہے۔ خدائے لم یزل جلّ جلالہٗ نے شیخ علی ہروی مکی کو جہاں اور بے شمار خوبیوں اور صلاحیتوں سے نوازا تھا وہاں شانِ امتیازی کے طور پر انہیں بہار آفریں قلم بھی بخشا تھا۔ ان کی کتابوں میں عربی نثری پارے شیخ کی ذات میں خداداد صلاحیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

قربان جائیے امام علی قاری کے فصیح وبلیغ عربی الفاظ وتراکیب اور دل نشیں جملوں پر جن کا برمحل استعمال ان کی خوبیِ قلم اور کلام پر حاکمانہ قدرت اور کمال مہارت وممارست پر غماز ہے۔ یوں تو ان کی ہر کتاب ورسالہ حسین عربی تراکیب، صوری ومعنوی آرائش جمال سے آراستہ پیراستہ اور شوکت الفاظ کی زیبائیوں ورعنائیوں سے مزین ومنفرد ہے جسے پڑھتے ہی قاری یوں محسوس کرتا ہے کہ یہ کوئی نثری عبارت نہیں بلکہ یہ تو قافیہ دار انمول موتی جڑے ہوئے ہیں۔

واللہ در من قال!

(عطیہ خداوندی ہے جس کا بھی قول ہے)

من النّاس من لفظه لؤلؤ

يبادره الحفظ اذ يلفظ

یعنی بعض کی گفتار میں لفظ نہیں موتی جڑے ہوتے ہیں جسے زبان اگلتی ہے اور حافظہ دوڑ کر چن لیتا ہے۔

قارئین! شیخ کے دل میں اتر جانے والے چند ایک جملے زیب نظر فرمائیں۔ ملاحظہ فرمائیے: آپ رحمۃ اللہ علیہ ''الزبدة فی شرح البردة'' شعر نمبر ۴۲:

مُنزّهٌ عن شريكٍ فى محاسنهٖ

فجوهرُ الحسن فيه غير مُنقسمِ

کی شرح میں یوں خامہ فرسا ہیں:

یعنی أنه ﷺ منفردٌ فی جمال الصورة البهیّةِ والسّیرة السنیّةِ لایشارکه فی کمالهما أحد من البریة[1]

پیرایۂ میں نسبت جمالِ مصطفوی کے پیشِ نظر ''الصورة البهیة'' اور سیرت کے لیے ''السنیة'' کس قدر دل کشا و دلپذیر الفاظ ہیں مزید برآں البهیة، السنیة، البریة، کیا دل پذیر نثری قوافی ہیں یوں ہی درج ذیل شرح کے شعر نمبر ۴۵

''فإن فضل رسولِ الله لیس له'' الی آخره

میں حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے عطر بیز قلم سے گویا ہیں۔

بل إیماء إلی أنه لایعلم حقیقة الذات المحمدیة وحقیقة الصفات الأحمدیة إلا الموصوف بصفات الربوبیة ولذا قال بعض العارفین: الخلق عرفوا الصفات الألوهیة ولم یعرفوا النعوت المصطفویة[2]

اس قسم کے ادبی ہیرے لعل جواہر غالیہ سے امام موصوف کی کُتب بھری پڑی ہیں خوفِ طوالت کے پیشِ نظر گلستانِ مُلّا علی قاری کے گلہائے رنگارنگ سے صرف ایک پھول قارئین کی نذر کرتا ہوں میرے ممدوح رئیس القلم جناب علی قاری رحمۃ اللہ علیہ رسالہ ہذا کے شعر نمبر ۵۳ میں ''فإنه شمس فضل هم کواکبها'' إلی آخره کی شرح میں رقمطراز ہیں:

وسائر الأنبیاء فی المشارق والمغارب، إنما هم لمنزلة القمر من بین الکواکب، فی أنهم یستمدّون من نور نبوته القدیمة ویستنیرون من ضیاء رسالته القویمة، أولأنهم کالنجوم یظهرون أنوارهم فی للیالی المظلمة، والأوقات

---

[1] الزبدة فی شرح البردة: ص ۱۱۵، امام علی قاری حنفی

[2] الزبدة فی شرح البردة (عربی)

المدھمۃ[1]

قارئین! آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ محولہ بالاعبارت میں معنوی محاسن تو اپنی جگہ مسلم ہیں ہی، نثری قوافی کا حُسن کیارنگ دکھارہا ہے۔

عشق مصطفیٰ کریم ﷺ میں ڈوبے ہوئے قلم سے شیخ علی قاری کے درج بالا فصاحت و بلاغت بھرے الفاظ کے یہ وہ نمونے ہیں جن کے ادبی محاسن محامد پر بہت کچھ کلام کیا جاسکتا ہے۔

عظمت اعتراف اور خراج عقیدت علماء:

وقت کے جلیل القدر علماء، فقہاء، محدِّثین اور مفسِّرین نے آپ کی شانِ مُحدِّثانہ و ممارست مُفسّرانہ کے آگے سرِخم تسلیم کیا ہے اور بڑی وسعت اور فراخی کے ساتھ تحقیقی خدمات کے لیے دل وجان سے معترف ہوئے۔

''مشتے نمونہ از خروارے'' ملاحظہ فرمائیے:

(۱) مشہور فقیہ علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

''العلامہ علی القاری خاتمۃ الرّاسخین''

شامی جلد ۴، ص ۱۱۸

یہی امام موصوف مزید فرماتے ہیں:

''خاتمۃُ القُرّاء والفُھقاء والمُحدِّثین و نخبۃ المُحَقِّقین والمُدقِّقین سیدی ملا علی قاری''[2]

ایک اور مقام پر ''العلامۃ المُحقّقین مُلّا علی قاری نوّر اللہ مرقدہٗ'' کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے رسالہ ''الخامسہ رفع التردو فی عقد

---

[1] الزبدۃ فی شرح البردۃ

[2] مجموعہ رسائل ابن عابدین رسالہ مبارکہ تزئین العبارہ لتحسین الاشارہ ج ۱ ص ۱۳۰

الأصابع عند التشهد''[1]

(۲) مولانا عبدالحی لکھنوی کی علمی ممارست کو کون نہیں جانتا مختصر سی عمر پا کر زبردست کام کر گئے انہوں نے مقدمہ ''سعایہ'' میں لکھا! ''صاحب العلم الباهر والفضل الظاهر'' مزید مُحدِّث جلیل اور مُحقق نبیل کے القابات عالیہ سے یاد کیا۔

(۳) شیخ ادریس کاندھلوی نے کہا! ''المحدث الجليل والفاضل النبيل فريد دهر وحيد عصر'' (شیخ محمد ادریس کاندھلوی)

(۴) علامہ عبداللہ میرداد مکی نے مكة المكرمة کے علماء وفضلاء کے حالات تحریر کیے۔آپ کے متعلق امام ابن عابدین شامی کا یہ قول لائے۔

''لقد اقسم المحقق العلامة ابن عابدين أنه كان مُجدِّد زمانه''

امام شامی جیسے علامہ اور مُحقق قسم اٹھا کر فرمایا کرتے کہ آپ مُجدِّد زمانہ تھے:

ملاحظہ فرمایئے: ''مختصر نشر النور والزهر فی تراجم أفاضل مكة من قرن العاشر إلى القرن الرابع عشر''

(۵) صاحب اِرشادالسَّاری قاضی حسین بن محمد سعید مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ لکھتے ہیں:

علامة زمانه و واحدُ عصره وأوانه والمتفرد الجامع لأنواع العلوم العقلية والنقليه المتضلّع من علوم القران والسنة النبوية، وعالم بلاد الله الحرام والمشاعر العظام، وأحد جماهير الأعلام ومشاهير أولى التحقيق والافهام [2]

عصرِ حاضر کے نامور قلمکار پیرزادہ اقبال احمد فاروقی لکھتے ہیں:

آپ کی تجدیدی اور اجتہادی تشریحات نے اہل علم کو بڑا متاثر کیا۔تھوڑا سا آگے

---

[1] مجموعہ رسائل ابن عابدین:ص ۱۳۵

[2] حاشیہ ارشادالساری ص ۱۲

"پاک و ہند میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ احمد مُجدِّد الف ثانی "مصر" میں علامہ خفاجی متوفی: ۱۰۹۶ھ، ابن نجیم مصری حنفی متوفی: ۱۰۷۵ھ مصنف "الاشباہ والنظائر" شام میں "حصکفی" صاحب درمختار متوفی ۱۰۸۸ھ اور مکہ میں شیخ علی بن جار اللہ مکی متوفی: ۱۰۹۶ھ جیسے مشاہیر کی تصانیف مُلّا علی قاری کی تشریحات سے متاثر دکھائی دیتی ہیں۔[1]

غرض ہر دَور میں علما کرام نے انہیں اپنی تحقیقات میں مرجع تسلیم کیا اسی طرح علامہ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ عالم اسلام کی عبقری شخصیت علامہ عبدالعزیز پرہاڑوی، متوفی ۱۳۲۹ھ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی، علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی، مفتی احمد یار خان گجراتی اور ان جیسے بے شمار علما نے جناب مُلّا علی قاری ہروی کے خرمن علم سے خوشہ چینی کی اور مُلّا علی بن سلطان کی علمی کاوشوں کو خراج عقیدت پیش کیا۔

اولاد و کتب خانہ:

آسمان علم و فضل کے اس آفتاب ضوفشاں کی اولاد کے بارے کوئی خاص تذکرہ سامنے نہیں آیا۔ البتہ بعض اہل علم نے آپ کی کتابوں کی تعداد بیان کرنے کے ضمن میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک پوتے کے حوالے سے تعداد کتب اور کتابوں کے متعلق وصیت کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ مقدمہ مرقاۃ میں مرقوم ہے:

سمع من حفيد الإمام القاري في مكة المكرمة أنه قال!

إن لجدّنا ثلاثمائة وأنه وقفها لأولاده وشرط أن لايمنع من الاستناخ[2]

یعنی، آپ کے پوتے سے مکہ شریف میں سنا گیا انہوں نے کہا ہمارے جدّ کریم کی تصانیف کی تعداد تین سو تک پہنچتی ہے اور جدّ پاک نے انہیں اپنی اولاد کے لیے وقف کر دیا بشرطیکہ اہل علم کو اس سے استفادہ سے منع نہ کیا جائے۔

قارئین! اگرچہ اولاد کی تفصیل اب بھی معلوم نہیں ہو رہی مگر اتنا تو ثابت ہو رہا ہے کہ

---

[1] نزہۃ الخاطر فی مناقب شیخ عبدالقادر ص ۹، بحوالہ رسائل ملا علی قاری جلد اوّل، ص ۸۲

[2] مقدمہ مرقاۃ جلد اول ص ۲۳

آپ مکۃ المکرمہ میں ازدواجی زندگی کے ساتھ رہے اور اللہ تعالیٰ نے اولاد بھی عطا فرمائی اور کریم ذات پاک جلاء وعلاء نے انہیں اس قدر قابلیت وصلاحیت سے بھی مالا مال فرمادیا تھا کہ حضرت شیخ علی قاری اچھی طرح مطمئن تھے کہ میری اولاد میں اس علمی خزائن وذخائر سے مستفید و مستفیض ہونے کی صلاحیت موجود ہے۔

اس سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ آپ کے متعلق یہ بات محل نظر ہے کہ مُلّا علی قاری زندگی کے آخری دَور میں اس قدر بیماریوں میں مبتلا ہوئے اور فقر وفاقہ کا یہ عالم ہو گیا کہ شیخ نے اپنا مکان اور کتابیں تک بھی فروخت کرڈالیں۔

جیسا کہ بارھویں صدی ہجری کے عظیم المرتبت صوفی بزرگ اور جید محدث جامع العلوم شخصیت شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی ''فتح القوی فی نسب النبی'' تکملہ میں علامہ مصطفیٰ بن فتح اللہ المکی الحموی کے حوالے سے ان کی تصنیف ''فوائد الراحلہ'' سے ناقل ہیں کہ

''ملا علی قاری آخر عمر میں مصائب وتکالیف میں گھر گئے اور انہیں فقر نے گھیر لیا یہاں تک کہ اپنا کُتب خانہ بیچ کھایا۔ مکان تک نیلام ہوگیا۔''[1]

اگر حقیقت یوں ہی ہوتی، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا تو شیخ علی قاری کے پوتے کے بیان کا محمل کیا ہوسکتا ہے؟

یعنی شیخ اپنا کُتب خانہ اولاد کے لیے وقف فرما گئے۔ والاقول تو بے معنی ہوکر رہ جاتا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

قلمی خدمات:

حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا تحقیقی وعطر بیز قلم صد بار قابل تحسین ہے۔ آپ نے تفسیر، حدیث، شروح حدیث، فقہ، تجوید، تراجم اور فضائل جیسے عنوانات پر قابل قدر کام کیا

---

[1] فتح القوی فی نسب النبی قاری ص ۲۹۳، مکتوبات مہاروی از خواجہ امام بخش مہاروی ص ۳۲۶، اردو ترجمہ علامہ عبد الغفور غوثوی

اور جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا کوئی بھی پہلو تشنہ تحقیق نہ رہنے دیا۔

آپ کی تفسیری خدمات میں:

انوار القرآن واسرار الفرقان اور جمالین یعنی حاشیہ جلالین وغیرہ شیخ قاری کی یہ کتابیں قاری کے قلب ونظر کو معطر ومعنبر اور روح کو بالیدگی بخشنے والی ہیں۔شروح حدیث میں ''المرقاۃ'' شرح مشکوۃ وہ معتبر ومستند شرح عظیم ہے جس پر گلستان سنیت مہکا مہکا نظر آتا ہے، فروغ ودفاع حنفیت میں یہ کتاب ایک روشن قندیل سے کم نہیں۔شرح شفاء قاضی عیاض، شرح مسند ابی حنیفہ، شرح نخبۃ الفکر، شرح بردہ، شرح بانت سعاد، شرح فقہ اکبر وغیرہم کی شہرت اور علمی خوشبو چہار دانگ عالم میں پھیلی ہوئی ہے۔

آپ کی تصانیف بالخصوص رسائل پر محققین کی ایک جماعت نے مل جل کر کام کیا اور وہ مجموعی طور پر خوبصورت اور قابل تحسین کام ہے اور رسائل پر تحقیق تخریج میں عرق ریزی سے کام لیا یوں مجموعہ رسائل العلامہ مُلّا علی قاری منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا جس سے اہل علم و کمال مستفید ومستفیض ہو رہے ہیں۔

وفات:

افغانستان کے مشہور شہر ''ہرات'' جیسی دھرتی پر جنم لینے والے یہ قابل رشک طائر بلند پرواز ۹۵۲ھ کے بعد سرزمین خیر البلاد مکۃ المکرمہ میں وارد ہوئے۔

بقیہ انمول زندگی تعلیم وتدریس وعظ وارشاد اور تصنیف وتالیف میں منہمک رہے۔

بے گانہ اپنی ذات سے اور سوچوں کی راہ پر
تحسین عمر بھر ہے، قلم کار جاگتا

بالآخر مختلف علوم وفنون کے یہ کوہ گراں بے شمار علمی خزائن وذخائر چھوڑ کر ۱۰۱۴ھ میں راہی ملک عدم ہو گئے اور جنت المعلاۃ میں بجانب حجون ایک احاطہ میں محو خواب ہیں۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(نیاز مند: غلام جیلانی چاچڑ)

رسالہ دربارۂ عصا

''رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا'' (طٰہٰ:۱۱۴) ''میرے رب! مجھے علمی ترقی عطا فرما۔''[۱]

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جو بھی اس ذات پاک کی اطاعت و فرمانبرداری بجا لاتا ہے وہ قابل تعریف ہوتا ہے اور جو نافرمانی کرتا ہے وہ مذموم (و نامراد) ٹھہرایا جاتا ہے اور ہدیۂ درود و سلام اُس ذات اقدس ﷺ پر جس کی پیروی، خدائے بزرگ و برتر کی فرمانبرداری قرار دی گئی ہے اور آپ کی آل و اصحاب پر جو راہِ ہدایت میں آپ (ﷺ) کی کامل اقتداء کرنے والے ہیں۔

اَمَّا بَعْدُ ''حمد و صلاۃ کے بعد''

مجھ سے ''عصا'' اور اس کے حوالے سے جو کچھ لوگوں میں مشہور اور زبان زدِ عام ہے سوال کیا گیا ہے کہ جس نے ''مَنْ جَاوَزَ الْاَرْبَعِیْنَ وَ لَمْ یَاخُذِ الْعَصَا فَقَدْ عَطٰی''[۲] جس نے چالیس برس کے بعد بھی ''عصا'' ہاتھ میں نہ تھاما یقیناً وہ گنہگار رہا۔

''فَاَقُوْلُ وَ بِاللّٰہِ التَّوْفِیْق'' ''میں اللہ کی دی ہوئی توفیق سے کہتا ہوں اور اُسی کے دستِ قدرت میں ہی تحقیق کی گیرائی و گہرائی ہے۔

سنت میں حدیث مذکور کی کوئی بھی اصل (حقیقت) نہیں۔ کسی بھی حدیث میں یہ وارد نہیں کہ آپ ﷺ ''عصا'' ہمیشہ ہی ہاتھ میں لیا کرتے۔ صرف اتنا ہی ثابت ہے کہ سرورِ انبیاء علیہ السلام بعض اوقات دورانِ خطبہ اسے بطور سہارا استعمال فرما لیا کرتے۔ شاید اسی اعتبار سے ہی آپ ﷺ کی تعریف میں ''صاحب الھراوۃ'' (ھاء کی زیر کے ساتھ) یعنی صاحبِ عصا آیا ہے۔

---

[۱] انوار الفرقان فی ترجمۃ معانی القرآن: علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء

[۲] مُحدِّث پنجاب، حاوی اُصول و فُروع شیخ الاسلام علامہ عبدالعزیز پرہاروی متوفی ۱۲۳۹ھ امام علی قاری کی تائید میں ''کوثر النّبی و زُلال حوضہ الروی'' (قلمی) میں لکھتے ہیں: ''من بلغ أربعین و لم یمس العصا فقد عصٰی'' قال القاری لا أصل لہٗ

حضرت سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند[1] میں حضرت سیدنا عطاء بن ابی رباح

---

[1] تعارف مسند امام شافعی: مسند امام شافعی احادیث مرفوعہ پر مشتمل ہے آپ کی پندرہ جلدوں پر شامل کتاب ''الام'' اور مبسوط میں جو احادیث ''ربیع بن'' سلیمان اور امام مزنی سے مروی ہیں امام ابوجعفر محمد بن مطر نے ان کا انتخاب ''مسند شافعی'' کے نام سے کر دیا۔ (سیرت امام شافعی ص106، ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی)

* مسند امام شافعی کے مترجم ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیری کتاب ہذا کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: ربیع بن سلیمان مراوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سنی ہوئی احادیث اپنے شاگردوں کے سامنے بیان کیں پھر ربیع بن سلیمان کے ایک شاگرد ابوالعباس محمد بن یعقوب الاصم نے مراوی سے سنی ہوئی احادیث کو مُرتب کیا۔ ۸ویں صدی ہجری سے متعلق امیر ابوسعید سنجر بن عبداللہ الناصری متوفی ۷۴۵ھ نے اسے فقہی ابواب پر مُرتب کیا اور امام شافعی کی تصانیف میں اصل ماخذ کے حوالے کی نشاندہی کی۔

* اس پر مستزاد، ڈاکٹر ماہر یسین الفحل ایک عراقی محقق نے مزید تحقیق وتخریج اور تعلیقات کے ہمراہ اس کے حُسن کو چار چاند لگا دیے۔ (مقدمہ مسند امام شافعی ج۱ص ۲۶،۲۵)

تعریف مسند: وہ کتاب جس میں صحابہ کی ترتیب کے موافق احادیث جمع ہوں۔

(مقالات کاظمی تعارف حدیث، حصہ اوّل، ص310)

* واضح رہے ربیع بن سلیمان وہ جلیل القدر مُحدِّث ہیں کہ امام ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، محمد بن جریر طبری، محمد بن زیاد نیشاپوری اور امام طحاوی جیسے مُحدِّثین کا شمار آپ کے تلامذہ میں ہوتا ہے۔

(مقدمہ مسند امام شافعی ج۱ص ۲۶،۲۵)

یہاں پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بے شمار آئمہ مُحدِّثین نے مسانید پر کام کیا۔ امام ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اڑتالیس مسانید کا ذکر کیا جس میں مسانید صحابہ کے علاوہ بعد والے مُحدِّثین کے مسانید کا بھی ذکر کیا ہے ان میں سے ایک مُسنَد امام شافعی بھی ہے۔ ایک اور بات بھی جسے سید محمد بن جعفر الکتانی ۱۳۴۵ھ تحریر فرماتے ہیں کہ بسا اوقات مُحدِّثین ''مُسنَد'' اس تصنیف کو بھی کہتے ہیں جسے صحابہ کی ترتیب کی بجائے ابواب حروف یا کلمات کی ترتیب سے جمع کیا ہو اس کو مُسنَد اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی تمام روایات مسند اور مرفوع ہوتی ہیں یعنی تمام روایات کی سند حضور جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہوتی ہیں۔ جیسے صحیح بخاری و مسلم کے مجموعے کو ''المسند الصحیح'' کہا جاتا ہے۔

(تعارف مُحدِّثین و کُتب مُحدِّثین، ص160، ترجمہ مفتی مہتاب احمد نعیمی، ناشر ورلڈ ویو پبلشرز، لاہور)

رضی اللہ عنہ [1] سے مرسلاً [2] روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خطبہ ارشاد فرماتے تو نیزہ یا عصا

---

[1] سیدنا عطاء بن ابی رباح: عطاء نام والد کا نام ''اسلم'' اور ابو رباح کنیت تھی۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: عطاء فقیہ اور فضل و کمال میں ساداتِ تابعین میں سے تھے۔ حدیث کے مشہور حفاظ میں آپ کا اسم گرامی بھی آتا ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد رشید تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور بہت سے دیگر اصحاب کے خرمن علم و کمال سے خوشہ چینی کی۔ امام باقر رضی اللہ عنہ لوگوں کو فرمایا کرتے جہاں تک ہوسکے عطاء سے حدیث لیا کرو۔ (تہذیب التہذیب)

* آپ کے استاذِ محترم سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ تشریف لائے۔ سائلین خدمت میں جاتے تو عبداللہ ابن عباس فرماتے ''عطاء تمہارے ہاں موجود ہیں اور پھر بھی تم لوگ میرے پاس آتے ہو۔ صحیح روایت کے مطابق ۱۱۴ھ میں وفات پائی۔ (سیر الصحابہ جلد ہفتم تابعین کرام ص 293 تا 299)

[2] تعریف حدیث مُرسَل: حاوی اصول وفروع علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ مُرسَل کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہیں: ''المرسَل هو حديث رفعه التابعي بلاذكر الصحابي كقول الحسن البصري قال رسول الله ﷺ ''من جاءه الموت وهو يطلب العلم ليحيى به الإسلام فبينه و بين النبيين درجة واحدة'' رواه الدارمي هذا مصطلح الجمهور (کوثر النبی فی اصول حدیث النبوی (عربی) قلمی ص 25)

* یعنی تابعی، صحابی کا ذکر کیے بغیر حدیث پاک بیان کردے جیسے سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی رضا اور لقائے اسلام کے لئے علم کا متلاشی رہا تا کہ وہ اسلام کو حیاتِ نو بخشتا رہے اور اسی اثناء میں اسے موت نے آلیا تو وہ جنت میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ہوگا۔

* امام محی الدین یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''اتفق اهل العلم من المحدثين و غيرهم ان قول التابعي الكبير الذي لقي كثيرين من الصحابة: قال رسول الله ﷺ كذا أو كذا يسمّى مرسلاً'' یعنی، علماء محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تابعی براہ راست کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا یا یوں کیا وہ حدیث مرسل کہلاتی ہے بشرطیکہ وہ تابعی اس عظمت وشان کا مالک ہو کہ بہت سے اصحابِ رسول کی زیارت سے شرفیاب ہو چکا ہو۔ (ارشاد الطلاب الحقائق الی معرفۃ سنن الخلائق، عربی، ص 66)

* حکم حدیث مُرسل: امام شافعی کے نزدیک ضعیف جبکہ امام ابوحنیفہ اور احناف کی ایک جماعت کے نزدیک راویوں کے حال کے مطابق ضعیف اور صحیح ہوسکتی ہے۔ (کوثر النبی عربی، ص ۴۵، مکتبہ امدادیہ)

سے سہارا لیا کرتے۔[1]

امام ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی سعد القرظ سے راوی ہیں کہ حضور سرورِ سروراں ﷺ جب کسی جنگ کے موقع پر خطبہ ارشاد فرماتے تو کمان پر ٹیک لگا کر ہی کھڑے ہوتے اور خطبہ جمعہ کے لئے عصا استعمال فرماتے۔

البتہ (درج ذیل) وارد شدہ آیات سے انبیاء کرام کے حق میں دلیل قائم کی جاسکتی ہے کہ عصا کا استعمال یقیناً سنت انبیاء ہے اور انبیاء کرام کے طور طریقے کی اقتداء ہی خوب ہے۔ آیاتِ واردہ میں سے ایک آیت یہ ہے:

''وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ۝ قَالَ هِيَ عَصَايَ'' (طٰہٰ: ۱۷، ۱۸)

ارشاد ہوا موسیٰ آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟'' عرض کیا یہ میری لاٹھی ہے۔''[2]

ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے حق میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

''فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ'' (سبا: ۱۴)

پھر جب ہم نے سلیمان علیہ السلام کی موت کا حکم جاری کیا تو صرف دیمک نے جنات کو ان کی موت کی نشاندہی کی، جو ان کا عصا کھاتی رہی تھی۔[3]

امام بغوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے (سیدنا) شعیب علیہ السلام اور (سیدنا) موسیٰ (علیہ السلام) کے قصے میں ذکر کیا کہ جب (سیدنا) شعیب علیہ السلام نے اپنی ایک بیٹی کا سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے درمیان عقد نکاح کر دیا تو اپنی بیٹی (صفوراء[4]) کو حکم فرمایا کہ وہ (سیدنا) موسیٰ (علیہ السلام) کو عصا پیش

---

[1] مُسند امام شافعی، کتاب العیدین، ص 315،، الجامع الصغیر من احادیث بشیر النذیر، امام جلال الدین سیوطی

[2] انوار الفرقان فی ترجمہ معانی القرآن (اردو ترجمہ: علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ)

[3] انوار الفرقان فی ترجمہ معانی القرآن (اردو ترجمہ: علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ)

[4] علمائے مفسرین نے آپ کا اسم گرامی ''صفوریا'' تحریر کیا ہے۔ ''روح البیان میں ہے'' وھی الکبریٰ و اسمھا صفوریا'' سیدنا شعیب علیہ السلام کی دو بیٹیوں میں سے بڑی تھیں اور اسم گرامی صفورا ہے۔ آپ کی عفت و عصمت اور شرم و حیا کی گواہی خود قرآن مجید میں موجود ہے: ''تمشی علی الاستحیاء'' کے تحت شیخ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: ''قال ابوبکر ابن طاھر لتمام إیمانھا و شرف عنصرھا و کریم نسبھا'' ابوبکر ابن طاہر نے کہا چونکہ وہ کامل الایمان، مبارک وجود اور کریم النسب خاتون تھیں۔ (روح البیان زیر آیت)

کرے (تا کہ) آپ اسے بکریوں کے کام میں لا سکیں۔

اقوال دربارۂ عصا:

پہلا قول: مذکورہ عصا سے متعلق مختلف اقوال ہیں (سیدنا) عکرمہ رضی اللہ عنہ [1] نے کہا ہے کہ اسے سیدنا آدم علیہ السلام بہشت سے لائے تھے آپ کے وصال شریف کے بعد یہ عصا حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پاس رہا یہاں تک کہ جس رات سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ہجرت کی تو جبریل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور وہ ''عصائے آدم'' دست اقدس میں تھما دیا۔

دوسرا قول: جبکہ بعض علماء نے کہا ہے کہ ''عصا'' جنتی درخت ''مُورِدْ'' سے بنا تھا جسے آدم علیہ السلام جنت سے لائے تھے۔ پھر یکے بعد دیگرے حضراتِ انبیاء کرام وارث بنتے رہے (عصا

---

[1] عکرمہ بن ابی جہل: قادر قیوم ذات جل وعلا کی عجب کرشمہ سازیاں ہیں کہ باپ کی پوری حیات ایذائے رسول اور دین مصطفوی کی مخالفت میں گزر گئی اور ہمیشہ کے لئے حق دار لعنت ٹھہرا جبکہ بیٹا جس کی حیات کا ابتدائی کچھ حصہ قبیح وشنیع کاموں میں بیت گیا پھر قسمت نے یاوری کی دولت اسلام سے نصیبہ ور ہوئے۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

چوں حصہ از سعادتِ عاقبت بنام او نوشتہ بودند در آخر ظہور کردند

* آخر میں فرماتے ہیں: ''پسر ابو جہل لعین ایں چنیں ایمان ویقین شد یخرج الحی من المیت ایں معنی دارد''

(مدارج النبوۃ فارسی، جلد ۲، ص 298,299)

* ایک مرتبہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم عالم خواب میں بہشت بریں میں براجمان ہوئے تو آپ کے دست کرم میں انگور یا کھجور کا خوشہ پیش کر دیا گیا۔ اور یہ بھی واضح کر دیا کہ ایں خوشہ از آں ابی جہل است

* یہ خوشہ ابوجہل کے لئے ہے سرور سروراں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابوجہل را با جنت چہ نسبت'' ابوجہل کو باغ بہشت سے کیا نسبت وتعلق'' جب عکرمہ بن ابی جہل ایمان لائے تب اچھی طرح واضح ہو گیا کہ خواب میں خوشہ انگور کی تعبیر عکرمہ ہی ہے۔ (مدارج النبوۃ بحوالہ جمع الجوامع امام سیوطی)

* ارباب سیر کہتے ہیں: فتح مکہ کے روز ایک صحابی عکرمہ کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ یہ خبر امام الانبیاء کی بارگاہ میں پہنچی تو گل ریز تبسم سے موتی لٹا دیئے۔ صحابہ محو حیرت ہوئے استفسار پر فرمایا: ''در عالم غیب چناں نمودند کہ ایں مقتول با قاتلش کہ عکرمہ است دست یک دیگر گرفتہ بہر دو بہشت میروند'' ''وہ عالم غیب میں یوں دکھائی دیئے کہ یہ مقتول اپنے قاتل عکرمہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بجانب بہشت جا رہے ہیں۔''

ہذا کی یہ خصوصیت تھی) جوں ہی غیر نبی کے ہاتھ میں جاتا تو اسے سانپ واژدہا کی صورت میں ہلاک کر دیتا۔ [1]

---

[1] عصا کے متعلق چند علمی فوائد ونکات: امام اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''و فی العصا إشارة أن الأنبیاء علیهم الصلوات والتسلیمات رُعاة الخلق والخلق مثل البهائم محتاجون إلی الراعی والکلاءة من ذیاب الشیاطین وأسد للنفس فلا بد من العمل بإرشادهم والوقوف بالخدمة عند دارهم'' عصا میں ایک لطیف اشارہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام خلق خدا کے نگہبان ہوتے ہیں اور مخلوقات کی مثال حیوانات کی سی ہے اور حیوانات یقیناً نگہبان کے محتاج ہوتے ہیں۔ شیطانی بھیڑیے اور شریر نفس گویا شیر ہیں ان مقدس نفوس کے ارشادات عالیہ پر عمل اور ان کے حضور جا کر خدمت کے لئے وقف ہو جانا بہر صورت ضروری ہی ہے۔ (تفسیر روح البیان)

* حافظ شیرازی فرماتے ہیں:

شبان وادی ایمن گہے رسد بمراد ... کہ چند سال بجان خدمت شعیب کند

* جب کوئی چرواہا جان و دل سے کسی مرد کامل کے پاس چند سال تک ان کی خدمت کا شرف حاصل کرتا ہے تو وادئ ایمن پہنچتے ہی اپنی مراد کو پالیتا ہے۔

* صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں: ''قال بعض أهل العشق أن موسی علیه السلام زاد علی قدر الجواب بقول عصائی و بسط فی الکلام ابتداءً بمکالمة المحبوب ثم أجمل و لم یفصل جمیعها أدبًا و خوفًا من تطویل الکلام'' (تفسیر مظہری، ج6، زیر آیت)

* یعنی بعض اہل عشق ومحبت کا کہنا ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سوال خدا کے جواب میں ''هی عصای'' پر اکتفاء نہ فرمایا بلکہ سلسلہ کلام کو دراز فرمایا تاکہ مکالمہ محبوب سے مزید لطف اندوز ہو سکے پھر خوفِ طوالت سے اجمال سے کام لیا۔ شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ ''التاویلات النجمیه'' کے حوالے سے حقیقت عصا کے متعلق یوں کلام فرماتے ہیں: ''سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے اس سوال کے ذریعے امتحان لیا گیا تاکہ کلیم جان لے کہ اللہ جل شانہ کے نزدیک عصا کا اور بھی نام ہے اور حقیقت عصا صرف اس قدر نہیں جتنی کہ انہوں نے جانی ہوئی ہے۔ حقیقت یوں ہے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنے علم کو اللہ کے حضور سپرد فرما کر یوں عرض گزار ہوئے: ''اے میرے رب! اسے تو مجھ سے بہتر خود ہی جانتا ہے'' مگر جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے علم پر بھروسہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ میرا ''عصا'' ہے تو گویا انہیں کہا گیا اے کلیم تجھ سے اس جواب میں دو خطائیں سرزد ہوگئیں ایک یہ کہ اسے ''عصا'' اپنی طرف سے نام دے دیا۔

* اور ثانی یہ کہ ''عصا'' کی نسبت اپنی طرف ہی کر ڈالی حالانکہ یہ ''عصا'' تیرا نہیں، یہ میری طرف سے تیرے دشمنوں کو ہلاک کرنے والا عظیم سانپ ہے۔ (روح البیان، جلد ۵، ص ۳۷۴) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پس حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف بطور

بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

* ”خُذْهَا وَلَا تَخَفْ“ اسی آیت کے تحت: شیخ اسماعیل حقی تحریر فرماتے ہیں: یعنی اے کلیم! ابھی تو تم اپنے خیال کے مطابق عصا کے منافع وفوائد کی بات کہہ رہے تھے اب اسے بشکل سانپ دیکھتے ہی خوف کھا رہے ہیں تم بے خوف ہو کر اسے اُٹھایئے۔ دراصل یہ تعلیم دینی مقصود تھی نفع ونقصان دینے والا اللہ ہی ہے لہٰذا صرف اسی ذات پاک سے ہی ڈرنا چاہئے اور بس۔ (روح البیان)
* ”قال بعض أهل المعرفة أما انقلاب العصا حيوانًا فائماء إلى انقلاب المعصية طاعة و حسنه“
* بعض اہلِ معرفت کے بقول کہ ”عصا“ کا حیوانی شکل وصورت میں بدل جانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ برائیاں اور گناہ (بعد از توبہ) طاعات وحسنات میں بدل جاتی ہیں۔ آگے فرماتے ہیں:
* ”فإن العصا من المعصية والمعصية إذا انقلبت صارت طاعة كما قال الله تعالى -إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وعَمِلَ صالحًا فَاولئك يبدل الله سيأتهم حسنات“
* چونکہ عصا معصیت سے ہے اور معصیت جب بدلتی ہے تو طاعت ہی ہوجاتی ہے فرمان ہے:
* ”الا من تاب الی آخر“ (روح البیان، جلد ۵، ص ۳۷۵)
* ”فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی“ کے تحت علمائے مُفسّرین فرماتے ہیں: ”عصا“ کو جب ساحرین کے مقابلے میں ڈالا جاتا تو سانپ کی شکل میں سرعت کے ساتھ پیٹ کے بل چلتا۔ (تفسیر بغوی)
* امام نسفی لکھتے ہیں: لفظ ”حَیَّةٌ“ اسم جنس ہے جو چھوٹے بڑے، مذکر ومؤنث سانپ سب کے لئے یکساں طور پر بولا جاتا ہے۔ (مدارک التنزیل وحقائق التاویل عربی، از امام عبد اللہ احمد بن محمد نسفی متوفی: ۲۱۰)
* امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”عصا“ ڈالنے کی ابتدائی حالت جانّ سے عبارت ہے ”جانٌ: وهي الحية الصغيرة الخفيفة الجسم“ یعنی جان چھوٹا اور خفیف جسم والا سانپ ہوتا ہے۔ ”ثم كانت تتورم و تنتفخ حتى صارت ثعبان“ یعنی پھر وہ پھولتا اور بڑھتا جاتا اور پھنکارتا ہوا عظیم اژدھا کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ (بغوی)
* ثعبان عظیم کی حالت میں ”يبتلع الحجر والصخر فلما رأها تبتلع كل شيء خاف“ کہ درختوں اور پتھروں کو نگل لیتا ہے سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے جب اسے ہر چیز نگلتے ہوئے ملاحظہ کیا تو ڈر گئے۔ (مدارک التنزیل)
* مگر علمائے مُفسّرین نے یہاں پر یہ تصریح بھی کی ہے کہ سانپ قہر اور غضب الٰہی کا مظہر ہوتا ہے اس لئے موسیٰ علیہ السلام خوف زدہ سے ہوگئے۔ (تفسیر نور القرآن، علامہ منظور احمد شاہ فریدی ساہیوال)
* لفظ عصا کے لئے قرآن کریم میں ”منساۃ“ بھی آیا ہے۔ امام خازن ”تأكل منسأته“ کے تحت لکھتے ہیں: ”قال البخاري: أي عصاهُ“ (خازن) امام زمخشری اور امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”وَالْعَصَاءُ تُسَمّٰی مِنْسَأَةً لانّه يُنْسَأُ بِهَا يطرد“ اور عصا کو منساۃ کا نام اس لئے دیا گیا کہ اسی عصا کی بدولت دشمنوں اور باغیوں وغیرہ کو بھگایا جا سکتا ہے۔ (مدارك التنزيل، امام نسفي، و كشاف، امام جار الله زمخشري)

وراثت منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ سیدنا شعیب علیہ السلام تک پہنچا۔ اور آپ کے پاس انبیاء کرام کے اور عصا بھی تھے۔ پھر آپ نے وہی عصا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرما دیا۔[1]

محبوب دو جہاں کے سفر کا ساز و سامان:

''عوارف المعارف''[2] میں سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت موجود ہے کہ رسول

---

[1] تفسیر بغوی جلد ۳ جبکہ تفسیر ''جمل'' اور ''صاوی'' میں مرقوم ہے:

''كانت من آس الجنة طولها عشرة اذرع على طول سيدنا موسىٰ ولها شعبتان فتتقدان في الظلمة نوراً''

یعنی، وہ عصا جنتی درخت مورد ہاسے تھا لمبائی میں قدِ موسیٰ علیہ السلام کے برابر دس ہاتھ تھا اور اس عصا کا سر دو شامہ تھا، اور وہ دونوں اندھیرے میں روشنی دیا کرتے تھے۔

(انوار الحرمین حاشیہ جلالین: عربی از مفتی محمد فاروق عطاری متوفی 2006ء)

[2] عوارف المعارف: شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی متوفی ۶۹۰ھ عراق قصبہ ''سہرورد'' میں پیدا ہوئے۔ ''عوارف المعارف'' آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے زیادہ مشہور، مبسوط اور تصوف پر بلند پایہ جامع عربی تصنیف ہے۔ حالانکہ آپ کی مادری زبان فارسی تھی۔ بقول علامہ شمس بریلوی آپ کو (عربی پر) ایک صاحب زبان کی طرح قدرت حاصل تھی۔ زبان میں بڑی روانی اور سلاست ہے۔ فقروں اور جملوں کی بندش بڑی چست ہے اپنے عہد کے اسلوب نگارش کا تتبع فرماتے ہوئے مقفی اور مسجع اسلوب کو اپنایا ہے۔ اس شہرہ آفاق کتاب کا عربی سے پہلا فارسی ترجمہ شیخ ظہور الدین عبد الرحمن شیرازی نے فرمایا ہے۔ شیخ عز الدین علی کاسانی آپ ہی کے مرید ہیں۔ عوارف کا دوسرا ترجمہ ''زوار اللطائف شرح عوارف المعارف'' کے نام سے شیخ گیسو دراز کے ہم عصر بزرگ شیخ علی بن احمد مہائمی ہندی صاحب تفسیر ''تبصیر الرحمٰن'' نے کیا ہے۔

* شیخ عبد الحق محدِّث دہلوی ''اخبار الاخیار'' میں لکھتے ہیں: ''زوارف شرح عوارف نیز از تصنیف اوست'' (اخبار الاخیار فارسی، ص179)

* یہی عوارف ہی ہے جس پر سید شریف جرجانی جیسے معتبر عالم دین نے بھی تعلیقات قائم کئے اس کتاب کا اختصار شیخ محب الدین احمد بن عبد اللہ الطبری شافعی متوفی ۶۹۴ھ نے کیا ہے اور عوارف میں درج ذیل احادیث کی تخریج قاسم بن قطلوبغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ نے کی ہے۔ ایک اور ترجمہ عہد حاضر کے محقق حضرت شمس بریلوی نے بھی کیا ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بخوبی ہو ہی جاتا ہے کہ سہروردی بزرگوں کے علاوہ سلسلہ عالیہ چشتی صوفیاء کرام کے ہاں بھی اس جلیل القدر کتاب کا باقاعدہ درس دیا جاتا رہا۔

اللہ ﷺ جب سفر اختیار فرماتے تو یہ پانچ چیزیں اپنے ساتھ لے جاتے۔ آئینہ، سرمے دانی، اُسترا، مسواک اور کنگھا۔

ایک روایت کے مطابق قینچی بھی ہے۔[1]

سنت خلیل علیہ السلام:

صوفیاء کرام تو "عصا" اپنے ساتھ ہی رکھتے ہیں (چونکہ) یہ سنت ہی ہے۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب ذی الجلال ﷺ نے فرمایا: "اگر میں نے منبر اختیار کیا ہے (تو یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں) یقیناً ابراہیم (خلیل اللہ علیہ السلام) نے بھی اپنے لئے منبر بنا رکھا تھا۔ اسی طرح میں نے عصا ہاتھ میں لے لیا (اسے عزت وعظمت اور شوکت وکرامت بخشی) تو مجھ سے پہلے (ابوالانبیاء) ابراہیم علیہ السلام نے بھی عصا استعمال فرمایا تھا۔

عصا اور اخلاق انبیاء:

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما[2] نے فرمایا "عصا" پر ٹیک لگانا انبیاء کرام کا طریقہ رہا ہے۔ رسول محتشم ﷺ نہ صرف خود عصا پر ٹیک لگاتے بلکہ اپنے غلاموں کو بھی

---

[1] عوارف المعارف عربی، ص ۷۹ ملحق بہ احیاء العلوم جلد ۵

[2] حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس: شعب ابی طالب میں نظر بندی کے دوران آپ کی ولادت ہوئی۔ بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں لائے گئے۔ امام الانبیاء ﷺ نے منہ میں لعاب دہن ڈالا۔ درج ذیل احادیث آپ کی شان میں ہیں: "نعم ترجمان القرآن أنت (راوه ابونعیم فی الحلیة)" تم کیا خوب قرآن کے ترجمان ہو۔ "اللهم اعط ابن عباس الحکمة و علمه التأویل" رواه احمد والطبرانی یا اللہ! ابن عباس کو حکمت ودانائی عطا فرما اور اسے تاویل تفسیر کے علوم سے مشرف فرما۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا وجود اقدس قرآنی تعلیمات اور تفسیر کے لئے سند کا درجہ رکھتا ہے۔ آپ کے تفسیر کا اقوال محمد بن یعقوب فیروز آبادی ۸۱۰ھ نے "تنویر المقیاس فی تفسیر ابن عباس" کے نام سے جمع کیے، ممتاز مفسر امام مجاہد نے آپ ہی کی خدمت علم سے خوشہ چینی کی۔ ۶۸ھ میں طائف میں انتقال ہوا اور وہاں ہی دفن ہوئے۔ آپ کے فضائل وشمائل پر امام ملا علی قاری حنفی ۱۰۱۴ھ نے "استئناس الناس بفضائل ابن عباس" کے نام سے رسالہ تحریر فرمایا۔

عصا پر سہارا لینے کا حکم فرماتے تھے۔[1]

صاحب ''المدخل''[2] بحوالہ ابوداؤد حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ کی روایت لائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصا کا سہارا لے کر جلوہ آراء ہوئے۔ ہم آپ کی تشریف آوری پر (برائے تعظیم) اُٹھ کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا ''تم یوں قیام نہ کیا کرو جس طرح کہ ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔[3]

---

[1] عوارف المعارف عربی ملحق بہ احیاء العلوم جلد ۵ ص ۹۷

* تحفۂ محبوب: سیدنا عبداللہ بن انیس الجہنی رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر صحابی رسول ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ میں بھیجا تاکہ خالد بن سفیان کی گردن اڑادیں۔ جنگی چالیں اور حربوں سے خوب واقف تھے بڑی دلیری سے اُس گستاخ رسول کا سر کاٹ کر بارگاہِ رسالتمآب میں حاضر ہوگئے اور اس کا سر آپ کے قدموں میں رکھ دیا اس شجاعت و بہادری کے انعام میں سرور انبیاء نے اپنا ''عصا'' ہاتھ میں تھما دیا اور فرمایا: ''تخصر بها فی الجنة فإن المتخصرین فی الجنة قلیل'' اسے بہشت بریں میں بھی ساتھ لے جانا کیونکہ بہشت میں عصا والے شاذ و نادر ہی ہوں گے ''فکانت العصا عنده حتی إذا حضرته الوفاة أوصی أن یدرجوها فی کفانه ففعلوا'' وہ ''عصا'' تادمِ حیات آپ کے پاس رہا یہاں تک کہ آپ کا وصال مبارک ہوگیا اہل خانہ کو وصیت فرمائی کہ محبوب کا دیا ہوا یہ انعام فیضان اور نشانی میرے کفن میں ساتھ رکھ چھوڑنا اہل خانہ وصیت بجالائے۔ (شرح الزرقانی علی المواہب، جلد ۲)

[2] المدخل: اس کے مصنف شمس الدین قاضی ابوعبداللہ محمد بن محمد بن محمد بن امیر الحاج حلبی حنفی ۸۷۹ھ ہیں۔ آپ نے علامہ امام ابن الہمام کی اُصول فقہ پر مختصر جلیل القدر کتاب ''التحریر'' کی شرح بنام ''التقریر والتحبیر'' ارقام فرمائی ہے۔ واضح رہے کہ ایک ''المدخل'' امام بیہقی کی بھی ہے۔

[3] برائے قیام تعظیمی: ''لَا تَقُوْمُوْا کَمَا تَقُوْمُ الاَعَاجِمُ'' (مشکوٰۃ، باب انصار)

* حکیم الامت مفتی احمد یار خاں گجراتی لکھتے ہیں: ان احادیث میں مطلقاً قیام سے منع نہیں فرمایا گیا۔

* اشعۃ اللمعات میں ہے: خلاصہ یہ ہے کہ تعظیم کرنا اور نہ کرنا زمانہ اور حالات اور اشخاص کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے، اسی طرح صحابہ کرام نے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کبھی قیام کیا اور کبھی نہ کیا۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کبھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر کھڑے ہوجاتے اور کبھی نہیں۔ شیخ محدث فرید لکھتے ہیں قیام مکروہ بعینہ ہست بلکہ مکروہ محبت قیام است اگروے محبت قیام ندارد، قیام برائے وے مکروہ نیست قاضی عیاض گفتہ مالکی، کہ قیام منہی، درحق کسے است کہ نشستہ باشد وایستادہ باشد پیش وے۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

فضائلِ عصا:

جامع الصغیر[1] میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی ٹہنی کو بطور عصا پسند فرماتے تھے اور اسے ہمیشہ ہی دستِ اقدس میں رکھا کرتے تھے اسے امام احمد بن حنبل، امام ابوداؤد نے

پچھلے حاشیہ کا بقیہ حصہ--------

* یعنی، خود قیام مکروہ نہیں بلکہ قیام چاہنا مکروہ ہے اگر وہ قیام نہ چاہتا ہو تو اُس کے لئے مکروہ نہیں ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: قیام اس کے لئے منع ہے کہ جو خود تو بیٹھا ہو اور لوگ کھڑے ہوں۔ تفصیل کے لئے اشعۃ اللمعات شیخ محقق اور "جاء الحق" مفتی احمد یار خان گجراتی کا مطالعہ کریں۔

ھندیاں را اصطلاحِ ہند مدح　　　　سندھیاں را اصطلاحِ سندھ مدح

[1] تعارف: الجامع الصغیر من الاحادیث البشیر النذیر، مُصنّف: الامام جلال الدین بن ابی بکر السیوطی الشافعی ص۹۱۱

* امام موصوف نے اپنی اس جلیل القدر کتاب کے متعلق خود ہی لکھتے ہیں: "هذا كتاب أودعت فيه من الكلم النبوية ألوفاً و من الحكم المصطفويه صنوفاً. اقتصرت فيه على الأحاديث الوجيزة و رخصت فيه من معادن الأثر ابريزه. وبالغت فى تحرير التخريج فتركت القشر. وأخذت اللباب" یعنی، میں نے کتاب ہذا میں احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی کتب احادیث میں سے چنا اور پھر ان مصطفوی ارشادات کے گل نوع بنوع کو محفوظ کیا اور قلیل الالفاظ اور کثیر المعانی احادیث پر اکتفاء کیا (یعنی دریا کو کوزے میں بند کر دیا) اور ذخیرۂ احادیث سے صرف ماثور و منقولہ احادیث یعنی خالص سونا ہی بطور تخلیص و تفتیش مروی روایات کی تہذیب، تخلیص اور تخمیص میں حتی المقدور کوشش کی اور وہ احادیث و اخبار جن پر علمائے ناقدین جرح و تعدیل نے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے اس سے اجتناب کیا اور فقط خالص سونے (حدیث حَسن لذاتہ، حَسن لغیرہ وغیرہ) کو ہی لے لیا۔ (خطبۂ مؤلف)

* یوں تو اس کتاب کی کئی شرحیں حواشی اور تعلیقات ہیں البتہ امام عبدالرؤف المناوی متوفی ۱۰۳۱ھ کی "فیض القدیر" اور "التیسیر" خوبصورت شرحیں ہیں۔

* امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتاب ہذا کی شرح کا نام "فیض القدیر" کے علاوہ اور نام بھی پسندیدہ قرار پاتے ہیں دیکھئے وہ خود ہی ارقام فرماتے ہیں: "سميته فيض القدير بشرح الجامع الصغير. و يحسن ان يترجم بمصابيح التنوير على الجامع الصغير. و يليق ان يدعى بالبدر المنير فى شرح الجامع الصغير و يناسب ان يوسم بالروض النضير فى شرح الجامع الصغير" اور میں (عبدالرؤف مناوی) نے اس شرح کا نام "فیض القدیر شرح جامع صغیر" متعین کیا اور اسے "مصابیح التنویر شرح جامع الصغیر" کا نام دینا بھی خوب ہے اور اگر اسے "البدر المنیر شرح جامع صغیر" کے نام سے یاد کیا جائے تو بھی لائق ہے اور "الروض النضیر شرح جامع الصغیر" کے نام سے موسوم کرنا بھی مناسب ہے۔

(خطبۃ الکتاب، فیض القدیر شرح جامع الصغیر: ص ۴)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

مسند الفردوس[1] امام دیلمی کی روایت میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً[2] روایت ہے کہ عصا (لاٹھی) ہاتھ میں رکھنا صاحب ایمان ہونے کی علامت اور سنت انبیاء بھی ہے۔

بستان العارفین[3] میں (فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ) حضرت سیدنا امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] یہ مسند ابو الشجاع حافظ شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الہمدانی دیلمی کی تصنیف ہے۔ مکمل نام "فردوس الاخبار بماثور الخطاب المخرج علی کتاب الشہاب" ہے۔ ابو الشجاع کے بیٹے نے اپنے والد کی کتاب میں ہر حدیث کے تحت اس کی سند بیان کی۔ (تعارف محدثین و کتب محدثین، ص ۱۶۱) یہ کتاب بقول شاہ عبد العزیز محدث دہلوی تنبیہات، مشارق اور جامع صغیر کی طرف میں حروف تہجی کی ترتیب پر ہے۔

[2] حدیث مرفوع: حدیث مرفوع کے متعلق علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: "جس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور تقریرات کا بیان ہو۔" (مقدمہ تذکرۃ المحدثین: ص ۳۴)

* علامہ عبد العزیز پرہاروی یوں خامہ فرسا ہیں: "کلام النبی ﷺ او حکایة فعله او تقریره حقیقتاً اور حکما" (کوثر النبی وزلال حوض الروی (عربی) قلمی نسخہ) یعنی حدیث مرفوع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک یا آپ کے فعل مبارک کو بطور حکایت بیان کیا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی کام کیا گیا جسے آپ ملاحظہ فرمانے کے باوجود بھی سکوت اختیار فرمایا ہوا ہے۔

[3] فقیہ ابو اللیث سمرقندی المشہور بہ امام الہدیٰ، علمائے بلخ میں سے "امام کبیر" ایک لاکھ حدیث یاد رکھتے تھے، کتب امام محمد، امام وکیع عبد اللہ بن مبارک آپ کو یاد تھیں، دوران سفر استنجاء کے لئے ڈھیلے اپنی ہی زمین سے لاکر ساتھ رکھتے تاکہ غیر کی زمین سے ڈھیلے اٹھانے کی ضرورت نہ رہے۔ تنبیہ الغافلین، شرح جامع الصغیر اور بستان العارفین اور اس کے علاوہ کافی کتب آپ نے تصنیف فرمائی۔ آپ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ صاحب "جواہر المضیۃ" اور "صاحب تاج التراجم" نے 373ھ ذکر کی ہے اور علامہ داؤدی نے "طبقات المفسرین" میں ذکر کیا کہ آپ کا وصال 383ھ میں ہوا۔ امام ذہبی نے "سیر اعلام النبلاء" میں اس بات کو ترجیح دی ہے کہ آپ کا وصال 375ھ میں ہوا۔ (حدائق الحنفیہ)

[1] سے روایت ہے کہ ''عصا'' میں پانچ خوبیاں اور خصلتیں ہیں:

(۱) انبیاء کی سنت (۲) صلحاء کی سنت

(۳) دشمن کے خلاف ہتھیار (۴) کمزور اور مسکینوں کا معاون و مددگار

(۵) منافقین کے لئے باعث تباہی و بربادی ہے۔

فوائد عصا:

کہا جاتا ہے جب صاحب ایمان لاٹھی ساتھ رکھتا ہے تو شیطان اُس سے بھاگتا پھرتا ہے۔ اسے منافق اور شریر قسم کے لوگ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ جب مومن نماز پڑھتا ہے تو یہی عصا اس کے لئے بحیثیت سترہ قائم مقام قبلہ ہوتا ہے۔

پیدل چلنے والے تھکے ہارے لوگوں کے لئے قوت کا سامان فراہم کرتا ہے اور اس میں دیگر فوائد کثیر بھی ہیں۔ جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا:

---

[1] حسن بصری: حسن نام ابوسعید کنیت ہے خلافت عمر کے آخری دو سال باقی تھے کہ ۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھیں۔ زہے نصیب آپ کے رونے پر ام المومنین انہیں بہلانے کے لئے پستان منہ مبارک میں دے دیا کرتیں اسی نعمت کی بدولت گوناگوں اوصاف کے حامل ہوئے۔

* امام ابن سعد لکھتے ہیں: ''کان الحسن جامعًا عالمًا عالیًا رفیعًا فقیهًا'' یعنی جامع کمالات، عالم بلند مرتبت، اور رفیع المنزلت فقیہ تھے۔ (طبقات ابن سعد، جلد ۷)

* سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے شرف ملاقات اور سماع حدیث کا اعزاز بھی حاصل ہوا اگرچہ محدثین کی ایک جماعت کو اتفاق نہیں جب کہ ایک دوسری جماعت کے نزدیک سماع حدیث ثابت بھی ہے۔

* امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کی تحقیق پر ایک رسالہ تحریر میں لائے۔ حافظ ضیاء الدین مقدسی نے ''المختارہ'' میں اسی ثبوتِ سماع کو ترجیح دی۔ شیخ احمد قشاشی نے ''العقد الفرید فی سلاسل اهل التوحید'' میں اہل سلوک ارباب طریقت کی تائید میں وافی شافی کلام فرمایا۔

* شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے امام سیوطی، خواجہ محمد پارسا نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی ''فصل الخطاب'' کے حوالے سے خاتمہ اخبار الاخیار میں انتہائی اختصار کے ساتھ کلام فرمایا۔ مشہور اہل قلم چشتی بزرگ خواجہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فخر الحسن'' کے نام سے اور اس پر حیدر آبادی فاضل، محقق مولانا احسن الزماں نے ''القول المستحسن'' کے نام سے شرح ارقام فرمائی، غرض سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ جامع العلوم شخصیت تھے۔ فضائل مکہ پر رسالہ تحریر فرمایا۔

''وَلِیَ فِیۡهَا مَاٰرِبُ اُخۡرٰی'' (طٰہٰ:۱۸)

ترجمہ: اور اس میں میرے لئے اور بھی کئی فوائد ہیں۔

اور معالم التنزیل [1] میں ہے: سیدنا موسیٰ علیہ السلام اسی عصا پر اپنا ساز و سامان رسی سے مضبوط باندھ لیا کرتے، اسی عصا کے ذریعے کنویں سے پانی نکال کر نوش فرماتے اسی سے

---

[1] تعارف معالم التنزیل: شیخ الاسلام محی السنۃ ابومحمد حسین بن مسعود الفراء، بغوی متوفی 516ھ آپ نے ''معالم التنزیل'' کے نام سے تفسیر قرآن ارقام فرمائی جو عموماً تفسیر بغوی کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں تفسیر القرآن بالقرآن کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ (تذکرۃ المفسرین ص 153)

بعض علماء نے امام بغوی پر الزام لگایا کہ وہ اپنی تفسیر میں اسرائیلی روایات کی تمیز نہ کر سکے جیسا کہ مجموعہ رسائل ملا علی قاری کے مقدمۃ التحقیق رسالہ ہذا کے تعارف میں مرقوم ہے: ''وذکر عددا من الروایات الاسرائیلیۃ التی تحدث عن عصا موسیٰ علیہ السلام'' (مقدمۃ التحقیق رسالہ ص 20 جلد اول ص 69)

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسی بہت سی تفاسیر موجود ہیں جو اسرائیلی روایات پر ہیں۔ مگر جہاں تک تحقیق کا تعلق ہے دیگر تفسیروں کی نسبت اس میں اس قسم کی روایات کم ہیں۔

(تفسیر بغوی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، لبنان)

راقم الحروف کے پیش نظر ہے اس کے محقق مروانی سوار اور خالد عبد الرحمٰن عکس ترجمۃ الامام البغوی میں لکھتے ہیں:

''وقد تجنب فیه کثیرا مما صلة له بالتفسیر. سوی بعض الاخبار الاسرائیلیة و هو بالنسبة لغیر من المفسرین فقل منها صدرا —'' (ملاحظہ ہو جلد اول ص ۲۰)

یہی محقق آگے لکھتا ہے کہ امام ابن تیمیہ حدانی سے تو سوال ہوا کہ تفسیر زمخشری، قرطبی اور بغوی وغیرہ تفاسیر سے کون سی تفسیر کتاب سنت کے زیادہ قریب ہے تو امام موصوف نے اپنے (فتاویٰ ج ۲ ص ۱۹۳) میں جوابا ارقام کیا: ان تفاسیر ثلاثہ میں سے بدعت اور احادیث ضعیفہ سے سالم تر تفسیر بغوی ہی ہے۔

''فاسلمها من البدعة والاحادیث الفقهیة البغوی'' (مقدمہ ترجمۃ الامام البغوی ص ۲۰)

باقی رہا مسئلہ اسرائیلی روایات کا، اتنا تو خود معترضین کے قلم سے ہی ثابت ہو چکا ہے کہ اس میں اسرائیلی روایات، دیگر تفاسیر کی نسبت کم ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کن صورتوں میں اسرائیلی روایات لی جا سکتی ہیں اور وہ کون سی صورتیں ہیں جس میں اسرائیلی روایات سے اجتناب برتا جائے۔ ہمارے شیخ استاذ فی الحدیث حضرت علامہ مولانا مشتاق احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ ''علم تفسیر اور مفسرین'' ص ۱۹۵ میں رقم طراز ہیں:

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر------

سانپ اور اژدھا بھی مار ڈالتے اور اسی عصا کی بدولت جنگلی درندوں کو مار بھگاتے اور انہیں کچل دیتے چلتے چلتے جب بیٹھ جاتے تو اسی عصا سے ہی سایہ وسائبان کا کام لیتے۔

کمالاتِ عصا:

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام عصا پر اپنے کھانے پینے اور دیگر ساز وسامان لٹکالیا کرتے تو وہ (سواری کی طرح) چل پڑتا اور آپ سے (راستے میں) باتیں بھی کرتا رہتا زمین پر مارتے تو آپ کے لئے یومیہ کھانا حاصل ہو جاتا۔ اسے زمین میں گاڑھ دیتے تو پانی بہہ نکلتا پھر جب زمین سے نکال لیتے تو پانی آنا بند ہو جاتا اور جب کسی پھل میوے کی خواہش کرتے تو عصا زمین میں گاڑھ دیتے تو وہ ایک درخت سا بن جاتا اور اس پر پھلوں سے لدی ڈالیاں اُگ آتیں اور وہ مکمل طور پر

پچھلے حصہ کا بقیہ حاشیہ۔۔۔۔۔۔۔۔

''حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ اور تفسیر ابن کثیر میں اس مسئلے پر محققانہ بات کی ہے خلاصہ یہ ہے کہ اہل کتاب کی روایات تین قسم کی ہیں:

۱۔ جن کی تائید کتاب وسنت سے ہوتی ہے۔ یہ بالکل صحیح ہیں ان کے بارے میں ''حدثوا عن بنی اسرائیل ولاحرج'' فرمایا گیا ہے۔

۲۔ جو کتاب سنت اور عصمت انبیاء کے خلاف۔۔۔۔۔۔ایسی روایات کو بیان کرنا سخت حرام وقبیح ہے۔

۳۔ جن کے بارے میں شریعت خاموش ہے کتاب وسنت سے تصدیق تکذیب نہیں۔ انہی روایات کے متعلق فرمایا گیا کہ ''تم اہل کتاب کی تصدیق وتکذیب نہ کرو۔'' (البدایہ والنہایہ مقدمہ تفسیر ابن کثیر)

صاحب تفسیر خازن علاؤ الدین علی بن محمد البغدادی اپنی اس تفسیر میں امام بغوی کے متعلق رطب اللسان ہیں:

''کتاب معالم التنزیل، شیخ جلیل، متبحر نبیل، عالم کامل، محی السنۃ، قدوۃ الامۃ، امام الائمہ ابو محمد حسین بن مسعود بغوی آپ کی یہ کتاب علم تفسیر میں جلیل القدر اور اعلیٰ وارفع تصنیف ہے۔ صحیح اقوال کی جامع ہے، شبہات اور تضعیف وتحریف سے خالی ہے۔ احادیث نبویہ سے مزین ہے، احکام شریعت سے آراستہ ہے۔ عجیب وغریب قصص واضحہ سے پیراستہ ہے، عمدہ اشارات سے سجی ہوئی، واضح عبارات سے لکھی ہوئی اور حسن کے سانچے میں ڈھلی ہوئی نہایت صحیح اور عمدہ کتاب ہے۔

(علم تفسیر اور مفسرین ص ۱۴۰، بحوالہ مقدمہ تفسیر خازن، ص ۳۔ از علامہ مشتاق احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ)

ثمر بار ہو جاتا اور آپ تناول فرمالیا کرتے۔

اگر کنویں سے پانی نکالنے کا ارادہ فرماتے تو "عصا" کا ایک کونہ ڈول کی طرح ہوجاتا اور دوسرا کونہ کنویں کی گہرائی برابر لمبا ہوجاتا اس طرح پانی نکال کر نوشِ جاں فرماتے۔

یہی "عصا" راتوں کے گھپ اندھیروں میں بصورت چراغ روشن ہوجاتا اور جب کوئی دشمن موسیٰ علیہ السلام ظاہر ہوتا تو اس کے ساتھ لڑائی کرتا موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت و دفاع کرتا اور دشمن کو تہس نہس کردیتا "عصا" سے متعلق یہ آخری کلمات ہیں۔

اللہ جل جلالہ ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے اور ہمیں جنت میں بلند و بالا مقام عطا فرمائے اور اللہ ہی ابتداء و انتہاء کو سب سے بہتر جاننے والا ہے۔

مصادر و مراجع از مصنف رسالہ

نمبر	کتاب	مصنف
۱	قرآن مجید	کلام اللہ تعالیٰ سبحانہٗ وتعالیٰ
۲	معالم التنزیل	محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی متوفی ۵۱۶ھ
۳	المدخل الی السنن الکبری	ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ
۴	مسند الفردوس	ابو الشجاع حافظ شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ متوفی ۵۵۸ھ
۵	المدخل	قاضی ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن محمد امیر الحاج حلبی حنفی متوفی ۸۷۹ھ
۶	ابن ماجہ	ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ
۷	بستان العارفین	امام ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۷۳، ۳۷۵، ۳۸۳ھ
۸	عوارف المعارف	امام شیخ شہاب الدین سہروردی متوفی ۴۹۰ھ
۹	الاسرار المرفوعۃ فی احادیث الموضوعۃ	امام ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ

مصادر و مراجع از مترجم و محشّی رسالہ

نمبر	کتاب	مصنف
۱	انوار الفرقان فی ترجمۃ معانی القرآن	علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۰۰۷ء
۲	تفسیر الکشاف عن الحقائق غوارض التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل	امام ابو القاسم جار اللہ محمود بن عمر بن محمد زمخشری متوفی ۵۳۸ھ
۳	تفسیر مدارک التنزیل	ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی ۷۰۱ھ
۴	روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم السبع المثانی	سید محمد بن عبد اللہ الحسینی آلوسی، بغدادی حنفی ۱۲۷۰ھ
۵	معالم التنزیل	محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی ۵۱۶ھ
۶	روح البیان	شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۳۷ھ
۷	انوار الحرمین حاشیہ تفسیر جلالین	مفتی محمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ
۸	تفسیر ضیاء القرآن	پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ
۹	تفسیر نور القرآن	علامہ پیر منظور احمد شاہ (ساہیوال)

نمبر	کتاب	مصنف
۱۰	زرقانی شرح مواہب اللدنیہ	علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی مصری ۱۱۲۲ھ
۱۱	فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	امام عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۳۱ھ
۱۲	عوارف المعارف عربی ملحق بہ احیاء العلوم (عربی)	شیخ شہاب الدین سہروردی
۱۳	جامع الصغیر	امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۱۱ھ
۱۴	مدارج النبوۃ (فارسی)	شیخ محدث محمد عبد الحق دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
۱۵	کوثر النبی وزلال حوضہ الروی	علامہ عبد العزیز پرہاروی متوفی ۱۲۳۹ھ
۱۶	تعارف محدثین وکتب محدثین	سید محمد بن جعفر الکتانی (مترجم) مفتی مہتاب احمد نعیمی
۱۷	مقالات کاظمی	علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ
۱۸	علم تفسیر اور مفسرین	علامہ مشتاق احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ
۱۹	مقدمہ تذکرۃ المحدثین	علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ
۲۰	سیر الصحابہ	جماعت علمائے ہند ندوۃ المصنفین
۲۱	سیرت امام شافعی	ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی
۲۲	مقدمہ مسند امام شافعی	مترجم ابو العلاء محی الدین جہانگیر
۲۳	مقدمہ تفسیر بغوی	یکے از جماعت محققین

مصادر ومراجع: حیات شیخ علی قاری

نمبر	کتاب	مصنف
۱	خطبہ مرقاۃ شرح مشکوۃ	امام شیخ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۱۴ھ
۲	رسالہ "ذم العوارض فی ذم الروافض"	امام شیخ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۱۴ھ
۳	الزبدۃ فی شرح البردہ	امام شیخ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۱۴ھ
۴	تزیین العبادۃ لتحسین الاشارہ	سید محمد امین المعروف امام ابن عابدین شامی
۵	البدر الطالع لمحاسن من بعد القرن السابع	امام علامہ قاضی محمد بن علی شوکانی
۶	فتح القوی فی نسب النبی (فارسی)	شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی ۱۱۷۴ھ
۷		نواب سید صدیق حسن خان بھوپالی

۸	النبراس شرح شرح عقائد	امام علامہ عبدالعزیز پرہاروی ۱۲۳۹ھ
۹	مرام الکلام فی عقائد اسلام	امام علامہ عبدالعزیز پرہاروی ۱۲۳۹ھ
۱۰	ارشاد الساری الی مناسک ملا علی قاری	قاضی فقیر حسین بن محمد سعید مکی حنفی ۱۳۶۱ھ
۱۱	الحدائق الحنفیہ	علامہ مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ
۱۲	زندگی نامہ (فارسی) شیخ محدث	مقالہ مترجم عبدالحلیم چشتی فاضل دیوبند
۱۳	مجموعہ رسائل ملا علی قاری جلد اوّل	جماعۃ المحققین
۱۴	ابتدائیہ اُردو رسائل ملا علی قاری	علامہ ابوذوہیب محمد ظفر علی سیالوی

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان کی سرگرمیاں

مدارسِ حفظ و ناظرہ (للبنین، للبنات)

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت صبح، دوپہر اور رات کو حفظ و ناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآنِ پاک حفظ و ناظرہ کی تعلیم مفت دی جاتی ہے۔

درسِ نظامی (للبنین، للبنات)

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت صبح، دوپہر اور رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیرِ نگرانی درسِ نظامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔

تخصص فی الفقہ الإسلامی

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیرِ نگرانی تخصص فی الفقہ الإسلامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔

دار الإفتاء

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت مسلمانوں کے روز مرہ کے مسائل میں دینی رہنمائی کے لئے عرصہ دراز سے دار الإفتاء بھی قائم ہے۔

مفت سلسلۂ اشاعت

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے جس کے تحت ہر ماہ مُقتدر علماء اہلسنّت کی کتابیں مفت شائع کرکے تقسیم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔

کُتب لائبریری

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے جس میں مختلف علماء کرام کے نادر و نایاب مخطوطات، عربی و اردو کُتب مطالعہ کے لئے دستیاب ہیں۔

روحانی پروگرام

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت ہر اتوار عصر تا مغرب ختمِ قادریہ اور خصوصی دعا۔ تسکینِ روح اور تقویتِ ایمان کے لئے شرکت کریں۔

النور اکیڈمی

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت دینی و دنیاوی تعلیم کے حسین امتزاج سے اپنے بچوں کو مزین کریں۔ صبح کے اوقات میں رابطہ فرمائیں۔

درسِ شفاء شریف

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت خواتین کے لئے ہر پیر و منگل صبح دس سے گیارہ بجے درس ہوتا ہے جس میں شرکت کے لئے صبح کے اوقات میں رابطہ فرمائیں۔